الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ!

1983 February March

بیادگار

اعلیحضرت امیرِ ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

ضیغم

نگرانِ اعلیٰ: حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سید فضل حسین شاہ صاحب مدظلہ

ایڈیٹر

حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی

•

اسسٹنٹ ایڈیٹر .... فیاض احمد گوہر

بیادگار

اعلیحضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہٗ

انجمنِ خدام الصوفیہ کا واحد ترجمان

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

ادارۂ تحریر و اعانت

۱۔ مدیر اعلیٰ پیر سید عثمان سلیمان مدنی
۲۔ مولینا غلام رسول گوہر ایڈیٹر
۳۔ فیاض احمد گوہر
۴۔ محمد صادق قصور

جلد ۷۳	شمارہ ۱۴-۱۵	بابت فروری، مارچ ۱۹۸۳

چندہ
سالانہ -/۲۰ روپے
ششماہی -/۱۰ روپے
فی شمارہ -/۲ روپے

اس دائرے میں سرخ نشان آپ کا چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔

ایڈیٹر و پبلشر: غلام رسول گوہر
مطبع: لاہور آرٹ پریس، انار کلی لاہور
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور

فہرست

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)



محمد محمود معزوی جماعتي
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla



رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم

خالد بزمی

محمدؐ نورِ صبحِ اوّلیں ہیں، میرا ایماں ہے
وہ سب پیغمبروں میں آخریں ہیں، میرا ایماں ہے
خدا نے ان کو سب قوموں کی رحمت کے لیے بھیجا!
وہی بس اس سعادت کے امیں ہیں، میرا ایماں ہے
جسے منزل نہ ملتی ہو وہ ان کے در پہ آجائے
محمدؐ رہبرِ دنیا و دیں ہیں، میرا ایماں ہے
حضورِ پاکؐ کی بعثت سے لے کر روزِ محشر تک
زمانے آپؐ کے زیرِ نگیں ہیں، میرا ایماں ہے
زمانے کے مفکر، فلسفی، نقاد، دانش ور
محمدؐ مصطفٰےؐ کے خوشہ چیں ہیں، میرا ایماں ہے
جو غمگین تھے وہ ان کے در سے شاداں ہو کے آئے ہیں
وہ اطمینان بر اندوہگیں ہیں، میرا ایماں ہے
کوئی بھی دل نہیں ہے ان کے لطف و فیض سے خالی
وہ ہر دل میں کرم بن کر مکیں ہیں، میرا ایماں ہے
حضورِ پاکؐ کی صورت ہو زیرِ ذکر یا سیرت
وہ دنیا میں حسینوں کے حسیں، میرا ایماں ہے
حضورِ پاکؐ کے بعد اب کوئی مرسل نہ آئے گا
حضورِ پاکؐ ختم المرسلیں ہیں، میرا ایماں ہے
ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تک بزمیؔ
محمدؐ رحمۃ للعالمیں ہیں، میرا ایماں ہے

نعت شریف

باغ دل میں مِرے طیبہ سے بہار آئی ہے
ان کے قربان یہ سب ان کی مسیحائی ہے
آپ آئے تو مِری جان میں جان آئی ہے
اپنی تو حشر کے میدان میں بن آئی ہے
ان کے گیسوئے مبارک کی ہیں دوں کس سے مثال
ان کی تو خاکِ قدم میں بھی مسیحائی ہے
دیکھ لیتے ہیں سرِ عرشِ ربِ اکبر کے غلام
کون جانے کہاں تک تیری بینائی ہے
ضعف جب طاری ہوا تھام لیا حضرت نے
ہم ضعیفوں کی ضعیفی میں تو بن آئی ہے
توڑ دیتے ہیں درِ خیبر و ایران کے تاج!!
جن کے بازو کو عطا تیری توانائی ہے
فرش و عرش، یہ انجم، یہ جہاں، لوح و قلم
سب میں محبوبؐ دو عالم ہی کی زیبائی ہے
انبیاء ساروں میں ہیں آپؐ کے جلوے موجود
آپؐ سے نور لیا تو یہ بہار آئی ہے
ہیں مِری روح کے نغمات درود و سلام
سن کے نغماتِ حسیں چین کی نیند آئی ہے
بعد مظہر یہ ہوا حکم کہ نعتیں لکھو!
تھی دعا باپؐ کی آقاؐ کی پذیرائی ہے
ہو گیا اشہبِ افکارِ اویس اور بھی تیز!
سن لیا نعت یہ آقاؐ کو پسند آئی ہے

قابلِ صد احترام قبلہ بزرگوار حضرت مولانا غلام رسُول گوہر صاحب مدّ ظلّہ العالی!

السّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاجِ گرامی:

کچھ دن ہوئے، ایک تضمین (نعتِ رسول ؐ) گزارشِ خدمت کی تھی۔ امید ہے مل چکی ہوگی۔ کل اخبار روزنامہ جنگ کا ہفتہ وار ایڈیشن ۲۹ دسمبر ۸۲ء تا ۴ جنوری ۸۳ء پڑھنے کو ملا۔ اس میں محترمہ نُور بانو صاحبہ مجوبہ کی ایک چھوٹی سی، بڑی سادہ اور پیاری سی نعت پڑھی۔ دل کو بہت لگی۔ بے اختیار مندرجہ ذیل تضمین صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہو گئی۔ گزارشِ خدمت کر رہا ہوں اور ملتجی ہوں کہ اسے بھی مؤقر ماہنامہ انوارُ الصّوفیہ میں درج فرما کر ممنونِ احسان فرمائیں۔

والسّلام۔

دعاؤں کا خواستگار

رعنا نظامی، از جہلم

نعت

(تضمین بر نعت نُور بانو مجوبہ صاحبہ)

جو نہیں ہے مری قسمت دے دو
اپنے دیدار کی چاہت دے دو
بے بہا ہے یہی نعمت دے دو
"یا نبیؐ! اپنی محبّت دے دو
دَر پہ آنے کی اجازت دے دو"

جو نہیں یاد میں تیری شب خیز
اس کا دعوائے محبت کیا چیز
جذبۂ شوق کو کر دے مہمیز
"جان سے بڑھ کے جسے کہئیے عزیز
مجھ کو اتنی سی عقیدت دے دو"

یوں تو اک دُنیا کو دیکھا ہم نے !
درِ محبوبؐ نہ دیکھا ہم نے
اب اٹھانا ہے وہ پردا ہم نے
"کر لیا عزمِ مدینہ ہم نے
پرِ پرواز کو طاقت دے دو"

رَشکِ کیخسرو و جَم کا صدقہ
ہاں شہِ عرب و عجم کا صدقہ
"آپؐ کی خاکِ قدم کا صدقہ
ذرّہٴ خاک کو عظمت دے دو"

جو مرے دِل میں مکیں ہیں نظریں
ہائے وہ کتنی حسیں ہیں نظریں !
ایسی دیکھی ہی نہیں ہیں نظریں
"پرتوِ مہر مہر ہیں نظریں
شام کو صبح کی طلعت دے دو

ہجر میں شاہا! بہت ہوں رنجور
آنکھیں رو رو کے ہوئی ہیں بے نور
درد کس طرح دکھائے مہجور
جالیاں روضہٴ اقدس کی ہیں دُور
چُومنے کے لیے قربت دے دو

ہے تری نعت خُدا کو مرغوب
تُو اسے اوّل و آخر محبوب
اپنے رعنا کا بھی تُو بھی مطلوب
"ہے طلبگارِ شفاعت محجوب
مُنھ دکھانے کی تو صورت دے دو

بخدمت گرامی قدر جناب حضرت مولینا مولوی محمد فیض احمد اویسی مدظلکم۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ !

مزاجِ اقدس !

صورتِ احوال آنکہ میں بفضلِ الٰہی خیر و عافیت سے ہوں۔ امید اغلب ہے کہ آپ بھی جمیع حضرات بخیریت ہوں گے۔ پیشتر ازیں چند خطوط لکھ چکا ہوں مگر جواب ندارد۔ اب پھر دو مسئلوں کی تحقیق درکار ہے۔ امید ہے کہ بعد تحقیق و ترتیب مطلع فرمادیں گے اور ثوابِ دارین حاصل کریں گے۔

۱۔ ایک مسلمان حجرِ اسود کے متعلق بیان کرتا ہے کہ موجودہ حجرِ اسود آسمانی پتھر نہیں ہے بلکہ ایک پہاڑی سے اٹھا کر لگا دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مکمل اور پوری تحقیق تفسیرات اور احادیث سے نقل فرما کر تحریر فرمادیں۔ مزید عقلی دلائل بھی تحریر فرمادیں۔

۲۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ شق القمر بھی اس مسلمان کے نزدیک بناوٹی ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چاند کا پھٹنا ناممکن ہے۔ عقل سے بھی بعید ہے۔ اس کے متعلق بھی پوری تحقیق کریں۔ تفسیراتِ احادیث کے حوالہ جات سے مزین فرما کر لکھیں اور مطلع کریں تاکہ ہر دو مسائل طبع کرا کر منتشر کیے جادیں تاکہ خواص و عوام ان ہر دو مسائل سے مستفید ہو سکیں۔ ہم بھی اس کے متعلق تحقیق کرا رہے ہیں۔

جواب بہت جلدی مرحمت فرمادیں تاکہ تنازع رفع ہو سکے۔ دیگر سب احباب کی خدمت میں السّلام علیکم۔

العارض

صاحبزادہ خواجہ محبوب الحسن اویسی چینڈ پور شریف
تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

الجواب :

وعلیکم السلام !

حجرِ اسود کے نزولِ من الجنۃ کی روایات صحاح میں مصرح ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں:

۱۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حجر اسود بہشت سے آیا ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنو آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ بنا دیا ہے۔

فَسَوَّدَتْہُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

۲۔ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ اَنَسٍ ھٰکَذَا۔

۳۔ وَالنَّسَائِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ۔

۴۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَیْمُوْنَۃَ عَنْ اَنَسٍ اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنْ حِجَارَۃِ الْجَنَّۃِ۔

۵۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَحْمَدَ بْنِ عَدِیٍّ وَالْبَیْھَقِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّۃِ کَانَ اَشَدَّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ حَتّٰی سَوَّدَتْہُ خَطَایَا اَھْلِ الشِّرْکِ۔

۶۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ الطَّبْرَانِیِّ عَنْہُ اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنْ حِجَارَۃِ الْجَنَّۃِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجَنَّۃِ غَیْرُہٗ۔ وَکَانَ اَبْیَضَ کَالسَّمَاءِ وَلَوْلَا مَسَّہٗ مِنْ رِجْسِ اَھْلِ الْجَاھِلِیَّۃِ مَا مَسَّہٗ ذُوْ حَاجَۃٍ اِلَّا بَرِئَ۔

۷۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرُّکْنَ وَالْمَقَامَ یَاقُوْتَتَانِ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّۃِ طَمَسَ اللّٰہُ نُوْرَھُمَا لَاَضَاءَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

"حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حجر اسود اور مقام ابراہیمؑ بہشت کے یاقوتی پتھر ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کے نور کو چھپا لیا ہے ورنہ ان کے نور سے مشرق و مغرب تاباں ہوتے۔"

۸۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دے کر فرمایا کہ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ۔ یہ جملہ سن کر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: بَلٰی یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَضُرُّ وَیَنْفَعُ وَلَوْ عَلِمْتَ تَاْوِیْلَ ذٰلِکَ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ لَعَلِمْتَ کَمَا اَقُوْلُ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی فَلَمَّا اَقَرُّوْا اَنَّہُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَّھُمُ الْعَبِیْدُ کَتَبَ مِیْثَاقَھُمْ فِیْ رَقِّ الْقَسَمِ فِیْ ھٰذَا الْحَجَرِ وَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَہٗ عَیْنَانِ وَلِسَانٌ وَشَفَتَانِ یَشْھَدُ لِمَنْ وَافَاہُ فَھُوَ اَمِیْنُ اللّٰہِ فِیْ ھٰذَا الْکِتَابِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَا اَبْقَانِیَ اللّٰہُ بِاَرْضٍ لَسْتَ بِھَا یَا اَبَا الْحَسَنِ۔ (رواہ الحاکم)

"اے امیر المومنین یہ نفع اور نقصان دیتا ہے اگر میری طرح اس آیہ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ الخ کی تفسیر آپ کو معلوم ہوتی تو آپ میری طرح فرماتے کہ یہ نفع اور نقصان دیتا ہے،

اس لیے کہ روزِ میثاق جب اللہ تعالٰی نے بندوں سے میثاق لیا تو اس عہدنامہ کو اسی پتھر (حجرِ اسود) کے منہ میں ڈالا جب یہ قیامت میں اٹھایا جائے گا تو اس کی آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ ہوں گے اُن لوگوں کے لیے گواہی دے گا جو اپنے عہد پر قائم رہے۔ یہ حجرِ اسود اپنے اس عہدنامہ میں اللہ تعالٰی کا امین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علیؓ! مجھے اللہ تعالٰی اس زمین میں باقی نہ رکھے جہاں تم موجود نہ ہو۔"

۹۔ اِبْنُ خُزَيْمَةَ نَصَّ فِي صَحِيحِهِ نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ الخ اِلَّا أَنَّهُ قَالَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ ص۱۹۴، ۱۴۷

۱۰۔ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِي فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيْرِ بِاَسْنَادٍ حَسَنٍ وَلَفْظٍ قَالَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنْ حِجَارَةِ ۔

۱۱۔ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ خُزَيْمَةَ قَالَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَاقُوْتَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ يَوَاقِيْتِ الْجَنَّةِ الخ۔

۱۲۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ الرُّكْنُ الْأَسْوَدُ مِنَ السَّمَاءِ فَوُضِعَ عَلٰى أَبِي قُبَيْسٍ كَأَنَّهُ بَيْضَاءُ فَمَكَثَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ وُضِعَ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيْرِ مَوْقُوْفًا بِاَسْنَادٍ (صحیح)

"رکنِ اسود یعنی حجرِ اسود آسمان سے نازل ہوا گویا وہ سفید بلور تھا۔ اسے چالیس سال ابوقبیس کی پہاڑی پر رکھا گیا۔ پھر اسے اُٹھا کر قواعدِ ابراہیم پر رکھا گیا"۔

۱۳۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّكْنُ وَالْمَقَامُ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَوَاقِيْتِ الْجَنَّةِ قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ۔

۱۴۔ وَهٰكَذَا أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۱۵۔ وَالطَّبْرَانِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِسْتَمْتِعُوْا مِنْ هٰذَا الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِشَيْءٍ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَيْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

۱۶۔ فِي رِوَايَةِ الْجُنْدِي عَنْ مُجَاهِدٍ الرُّكْنُ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا لَفَنِيَ۔

۱۷۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الرُّكْنُ وَالْمَقَامُ حَجَرَانِ مِنْ حِجَارَةِ الْجَنَّةِ

(عینی شرح بخاری ص۲۴۲ ج۹)۔

اسی طرح متعدد روایات میں ثابت ہے کہ حجرِ اسود بہشتی پتھر ہے جب روایاتِ صحیحہ میں یہ مسئلہ موجود ہے پھر تفاسیر کی نقل کی کیا ضرورت ہے، نیز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات ارشادات موجود ہے تو پھر عقلیات کی طلب کیوں؟۔

باوجود ایں ہمہ حجرِ اسود کے بہشتی پتھر ہونے کے متعلق دورِ سابق میں ایک واقعہ گزرا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ مرقات ص ۲۱۰، ج ۳ میں لکھتے ہیں: وَمِمَّا یُؤَیِّدُ کَوْنَ الْحَجَرِ مِنَ الْجَنَّةِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْکَفَرَةُ الْقَرَامِطَةُ بَعْدَ اَنْ غَلَبُوا عَلٰی مَکَّةَ حَتّٰی مَلَؤُا الْمَسْجِدَ وَزَمْزَمَ مِنَ الْقَتْلٰی وَضَرَبَ الْحَجَرَ بِلَقْمِهِمْ بِدَبُّوْسٍ قَالَ اِلٰی کَمْ نَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ذَهَبُوْا بِهٖ اِلٰی بَلَدِهِمْ نِکَایَةً لِلْمُسْلِمِیْنَ فَمَکَثَ عِنْدَهُمْ بِضْعًا وَعِشْرِیْنَ سَنَةً ثُمَّ لَمَّا صُوْلِحُوْا بِمَالٍ عَلٰی رَدِّهٖ قَالُوْا اِنَّهُ اخْتَلَطَ بَیْنَ حِجَارَةٍ عِنْدَنَا وَتَمْیِیْزُهُ مِنْ غَیْرِهٖ فَاِنْ کَانَتْ لَکُمْ عَلَامَةٌ تُمَیِّزُهٗ فَاْتُوْا بِهَا وَمَیِّزُوْهُ فَسُئِلَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَنْ عَلَامَةٍ تُمَیِّزُهٗ فَقَالُوْا اِنَّ النَّارَ لَا تُؤَثِّرُ فِیْهِ لِاَنَّهٗ مِنَ الْجَنَّةِ فَذُکِرَ لَهُمْ ذٰلِکَ فَامْتَحَنُوْا وَصَارَ کُلُّ حَجَرٍ یُلْقُوْنَهٗ فِی النَّارِ عَلَی الْاَوْلٰی تَاْثِیْرٍ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ هُوَ فَرَدُّوْهُ، کَذَا فِی الْعَیْنِیْ (شرح بخاری)

ترجمہ: حجرِ اسود کے بہشتی ہونے کے عقلی دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قرامطہ کفار جب مکہ معظمہ پر غلبہ پاگئے تو انھوں نے مسجدِ حرام میں شہیدوں کا ڈھیر لگا دیا اور چاہِ زمزم کو خون سے بھر دیا۔ ایک بدبخت نے حجرِ اسود کو کدال مار کر کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کب تک پرستش کیا جائیگا پھر اسی حجرِ اسود کو مسلمانوں کے رسوا کرنے کے لیے اکھیڑ کر ساتھ لے گئے۔ کئی عرصہ تک وہ حجرِ اسود ان کے پاس رہا۔ (بیس تیس کے عرصہ تک)۔ اس کے بعد اہلِ اسلام سے ان کی مصالحت ہوگئی تو مسلمانوں نے

باقی: آئندہ اشاعت میں دیکھیے!

اخبارِ آستانۂ عالیہ علی پور شریف

اعلیحضرت مولٰنا پیر سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی ۲۵ فروری کو فیصل آباد اور ۲۶ فروری کو جھنگ امیرِ ملت کانفرنس میں شریک ہونے کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت معین الملت اور فخر الملت پیر سید منور حسین شاہ صاحب اور حضرت پیر سید تنویر حسین شاہ صاحب نے بھی مذکورہ کانفرنس میں شرکت فرمائی۔

حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ کا ختمِ جہلم قصور بھی ہوا اور اس کے بعد علی پور شریف بھی ہوا۔ ارادت مندوں نے بکثرت شمولیت کی۔

فرستادہ: ملک محمد شفیق قصوری

کراماتِ اولیاء

حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی نے مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان میں اس نے ایسا پرنالہ بنوایا جو حضرت والا کے عبادت خانہ میں گرتا تھا۔ وہ روز صبح و شام اس پرنالہ سے گھر کی ساری غلاظت بہایا کرتا جس کے باعث بسا اوقات حضرت کے کپڑے تک آلودہ ہو جاتے۔

ایک روز یہودی مذاق بنانے کے لیے حضرت ابن دینار کی خدمت میں آیا اور پوچھا۔

"آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف تو نہیں۔؟"

اس کا خیال تھا کہ حضرت والا چراغ پا ہو جائیں گے لیکن اس کے برعکس انہوں نے فرمایا:

"تمہارے پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے میں اسے دھو ڈالتا ہوں۔ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔؟"

"یہودی کو بہت تعجب ہوا۔ کہنے لگا۔ آپ کو غصہ تو بہت آتا ہوگا"

حضرت نے فرمایا: "میرے مولا کا ارشاد ہے کہ جو لوگ غصہ کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف فرما دیتے ہیں خدا ان سے دوستی فرماتا ہے۔ چنانچہ ہم لوگ دنیا میں اپنے اللہ کی دوستی کے خواہاں ہیں نہ کہ دشمنی کے۔"

یہودی پر اس بات کا بہت اثر ہوا۔ ہدایت کا وقت آ چکا تھا۔ بے اختیار کہہ اٹھا۔

"اب تک میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ لاریب اسلام سچا مذہب ہے جس مذہب کی ایسی عمدہ تعلیم ہو اُسے جھوٹا کون کہہ سکتا ہے۔؟"

پھر اس نے سچے دل سے کلمہ پڑھا اور حضرت ابنِ دینار کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے زمانہ میں اس زمانہ کے خلیفہ نے ایک نامی گرامی طبیب کو بغرض علاج بھیجا۔ یہ طبیب آتش پرست تھا۔ اس نے آکر نبض اور قارورہ دیکھا تو حیرت میں رہ گیا۔ کہنے لگا۔ "خدا کے خوف سے آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مثانہ سے باہر آگیا ہے۔ جس مذہب میں ایسے ایسے خوفِ خدا والے ہوں" اس کی حقانیت میں کون شبہ کر سکتا ہے۔"

خلیفۂ وقت کو معلوم ہوا کہ آتش پرست طبیب مسلمان ہو گیا ہے تو برجستہ کہا: "میں نے طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ مریض کو طبیب کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی بہت غریب گھرانے میں پیدائش ہوئی پیدائش کے وقت اتنا تیل بھی نہیں تھا کہ چراغ روشن کیا جا سکتا اور نہ اتنا کپڑا تھا کہ اُڑھایا جاتا۔ آپ کے والد پڑوسی کے ہاں تیل مانگنے گئے لیکن راستہ میں خیال آیا کہ آج تک اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا ہے۔ چنانچہ پڑوسی کے دروازہ پر پہنچ

کر واپس لوٹ آئے۔ اور اندھیرے ہی میں سو گئے۔ خواب میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی:

آپ نے بشارت دی کہ لڑکی بہت سے گنہگاروں کو بخشوائے گی۔ پھر فرمایا کہ بصرہ کے امیر کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم روزانہ درود شریف کی ایک تسبیح پڑھتے ہو اور جمعہ کی شب میں چار تسبیحیں۔ کیا وجہ ہے کہ پچھلے جمعہ کو تم نے درود نہیں بھیجا؟" اس کے بدلہ میں چار سو اشرفیاں دے دو۔"

بصرہ کے امیر کو یہ پیغام ملا تو اس نے فوراً چار سو اشرفیاں پیش کر دیں اور اس سے زیادہ خیرات کیں کہ حضور علیہ السلام نے اسے کسی قابل سمجھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک غریب شخص نے درخواست پیش کی کہ آپ کلیم اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا رزق بڑھا دیں۔ مجھے کئی کئی دن کے فاقے ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں اس کی درخواست پیش کی تو بتلایا گیا کہ اس شخص کی قسمت میں بہت قلیل روزی ہے، اس لیے ہمارے ہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اسے رزق دیا جاتا ہے۔ تاکہ آخر تک ملتا رہے۔

اس شخص کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے میری قسمت کا سارا رزق ایک ہی بار دلوا دیں جب وہ شخص بہت مجبور ہوا تو مجبوراً حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی اور اس غریب شخص کو تمام زندگی کا رزق ایک ہی بار میں مل گیا۔

اس شخص نے فوراً لنگر خانہ کھول دیا اور اعلان کر دیا کہ جس شخص کے کھانے کا انتظام نہ ہو وہ ہمارے لنگر خانہ سے پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس حرکت پر بہت تعجب ہوا، انھوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ نہیں مانا تو مایوس ہو کر چلے گئے۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد ان کا گذر دوبارہ ادھر سے ہوا تو دیکھا کہ لنگر خانہ ہنوز جاری ہے۔ اگلی مرتبہ ایک دو مہینہ بعد سہ بارہ ادھر سے گزرے تو حسبِ معمول لوگوں کو لنگر خانہ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا۔

ان کا خیال تھا کہ اس غریب آدمی کی دریا دلی سے ایک دو ہفتہ ہی میں اس کا رزق ختم ہو جائے گا مگر جب مسلسل لنگر خانہ جاری دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی:

"بارِ الٰہا یہ کیا قصہ ہے۔ اس کا تھوڑا سا رزق اب تک چل رہا ہے؟"

جواب ملا "بے شک اس کی قسمت میں تھوڑا سا رزق تھا جو اب تک ختم ہو جانا چاہیئے تھا لیکن ہمارا یہ قانون ہے کہ جو شخص ہماری راہ میں کچھ خرچ کرتا ہے ہم اس کا دس گنا دنیا میں اور نوّے گنا آخرت میں عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ شخص بھی اس قانون کے دائرہ سے باہر نہیں۔ جتنا یہ دوسروں پر خرچ کرتا ہے۔ اس کا دس گنا ہم اسے اسی دنیا میں دیتے ہیں۔ اس میں تعجب اور حیرت کی

کیا بات ہے؟"

حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہم العالی نے ایک بزرگ کا واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ کئی سال سے حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے جب بھی وہ حج کے لیے احرام باندھ کر "لبیک اللّٰھم لبیک" کہتے فوراً جواب آتا "لا لبیک" یعنی تیری لبیک قبول نہیں۔ اس کے باوجود وہ حج کے سارے رکن ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ احرام باندھتے وقت ایک نوجوان بھی ان کے ساتھ تھا اس نے لبیک کے جواب میں لا لبیک کی آواز سُنی تو حیرت کے ساتھ ان بزرگ سے پوچھا۔ "چچا کچھ سنا آپ نے؟"

بزرگ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے "ہاں بیٹا کئی سال سے یہ آواز سُن رہا ہوں۔"

"پھر بھی آپ حج کیے جا رہے ہیں؟"

"ہاں بیٹا۔ اس در کے علاوہ اور کون سا در ہے جہاں میں جاؤں اور اللہ کے علاوہ کون سا آقا ہے جس کے آگے اپنا سر جھکاؤں —— وہ قبول کریں یا نہ کریں، مجھے تو اپنا کام کرنا ہی ہے۔"

اسی وقت آواز آئی: "ہم نے تمہارا آج کا حج بھی قبول کیا اور پچھلے حج بھی قبول کر لیے۔"

نوجوان نے کہا۔ "چچا سُنا تم نے؟"

بزرگ کی بے اختیار ہچکیاں نکل گئیں۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولے: "ہاں بیٹا۔ سُن لیا۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جوانی کے دور میں بڑے زبردست پہلوان تھے۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے اعلان تھا کہ جو انہیں پچھاڑ دے گا۔ اسے دس اشرفیاں انعام میں دی جائیں گی۔ بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان اپنی قسمت آزمائی کے لئے آئے۔ لیکن اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گئے۔

ایک روز ایک دُبلے پتلے شخص نے دربار میں آ کر اعلان کیا کہ وہ حضرت جنید سے لڑنا چاہتا ہے۔ لوگوں نے سمجھایا کہ کیوں اپنی جان کا دشمن ہوا ہے لیکن وہ اپنی بات پر اَڑا رہا۔

کشتی کا انتظام کیا گیا۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ ہاتھ ملانے کے لئے آگے بڑھے۔ تو اس شخص نے حضرت کے کان میں کوئی بات کہی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوا۔ گویا حضرت کی جان نکل گئی ہو۔ اس دُبلے پتلے شخص نے حضرت کو چند لمحوں میں پچھاڑ دیا۔

خلیفہ نے اعلان کے مطابق دس ہزار اشرفیاں دیں اور جب وہ چلا گیا تو حضرت جنید سے شکست کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا۔ "اس شخص نے کشتی شروع ہونے سے قبل، میرے کان میں یہ کہہ دیا تھا کہ میں سید ہوں۔ بس اس کی بات میرے دل کو چاٹ گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ تف ہے میرے اوپر کہ میں سید کو پچھاڑوں۔ چنانچہ اس کے سامنے بالکل بے بس ہو کر رہ گیا۔"

اسی رات آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ سرکار نے فرمایا۔ "تم نے ہماری اولاد کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔"

اس واقعہ کے بعد آپ کی زندگی بدلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ عشقِ الٰہی میں بالکل ڈوب گئے۔

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مہتمم مدرسہ

اشرف العلوم، گوجرانوالہ ایک بزرگ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز وہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں مستغرق چلے چلے جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک نوجوان جوڑا آ رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت کا پاؤں کیچڑ میں پڑا، جس کی وجہ سے کچھ چھینٹیں اڑ کر لڑکی کے لباس پر پڑ گئیں۔ لڑکے کو بے حد غصہ آ گیا اور اس نے آگے بڑھ کر حضرت کے چہرۂ اقدس پر طمانچہ رسید کیا۔ حضرت نے منہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے اپنی راہ ہو لئے۔

اچانک لڑکی اپنا دل پکڑ کر زمین پر گری اور اس نے دم توڑ دیا۔ لوگوں نے نوجوان سے کہا کہ تم نے ایک اللہ والے کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کی سزا ہے جا کر ان سے معافی مانگو۔

نوجوان نے دوڑ کر ان کے پیر پکڑ لئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ لڑکی تمہاری محبوبہ تھی اور ہم اللہ کے محبوب ہیں۔ جس طرح تم برداشت نہیں کر سکے کہ تمہاری محبوبہ کا دل مکدر ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی یہ بات برداشت نہیں کی کہ تم اس کے محبوب کو تکلیف پہنچاؤ — لڑکی کی موت میں میرا کوئی عمل دخل نہیں۔ معافی مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو۔"

منصور حلاج کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے انا الحق (میں خدا ہوں) کہا تھا۔ جس کی بنا پر انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الفاظ ان کے اپنے نہیں تھے بلکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جن الفاظ سے خطاب فرمایا تھا، انہیں الفاظ کو انہوں نے دہرایا تھا۔

اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک روز ایک بوڑھی عورت اپنے نابینا لڑکے کو لے کر آئی اور کہا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ میرے بچے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیجئے آپ کی دعا سے اسے دوبارہ آنکھیں مل جائیں گی۔

حضرت احمد جام نے انکار کر دیا اسے سمجھاتے ہوئے بولے: "یہ کام تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا تھا کہ وہ اندھوں اور مبروصوں کو ٹھیک کر دیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فوراً تنبیہہ کی گئی: "کیسے عیسیٰ اور کیسے موسیٰ۔ سارے کام ہمارے حکم سے ہوتے ہیں۔ "مای کنیم" جاؤ اور جا کر اس اندھے لڑکے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دو۔"

حضرت احمد جام اس طرز تخاطب سے اتنے مسرور ہوئے کہ بار بار ان کے منہ سے یہی نکل رہا تھا: "مای کنیم۔ مای کنیم" (سب کچھ ہم ہی کرتے ہیں) انہوں نے نابینا لڑکے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اگلے ہی لمحہ اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

بس جس طرح حضرت احمد جام علیہ الرحمۃ کی زبان مبارک سے "مای کنیم" ادا ہو رہا تھا۔ اسی طرح حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "انا الحق" کہا تھا۔ لیکن لوگ سمجھ نہیں سکے۔

مغلیہ دور میں ایک شہزادی کی پیٹھ یا سینہ پر ایک پھوڑا نکلا۔ لیکن ایسی باحیا شہزادی تھی کہ اس نے حکیموں کو پھوڑا دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ اسی زمانے میں کوئی انگریز ڈاکٹر دہلی میں وارد ہوا۔ بادشاہ وقت نے اس سے پھوڑے کا ذکر کیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ بغیر پھوڑا دیکھے

اور مرض کی نوعیت سمجھے ہوئے علاج ناممکن ہے۔ دوسری طرف شہزادی نے انکار کر دیا کہ وہ نامحرم کے سامنے ہرگز نہیں جائیگی۔

بالآخر یہ طے ہوا کہ ڈاکٹر کی انگریز بیوی محل میں جا کر پھوڑا دیکھ آئے اور ڈاکٹر کو اس کے متعلق بتا دے۔ لیکن جب وہ عورت محل میں گئی تو شہزادی نے اسے بھی پھوڑا دکھانے سے انکار کر دیا اس کا کہنا تھا۔ کہ یہ عورت میرے جسم کے بارے میں اپنے شوہر کو بتائے گی جو مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ باحیا شہزادی کا اسی مرض میں انتقال ہو گیا۔ وہ مرتے مرگئی لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ غیر مرد اس کے جسم کو دیکھیں یا اس کے جسم کے بارے میں کچھ سنیں۔

حضرت مولانا مظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو نماز کی تلقین کی۔ اس نے کہا کہ حضرت نماز پڑھنے سے کوئی انکار نہیں لیکن بار بار وضو نہیں کیا جاتا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم بغیر وضو کے نماز پڑھ لیا کرو۔ پہلی نماز کے لئے اس نے باقاعدہ غسل کیا۔ اگلی نماز کا وقت آیا تو خارش سی محسوس ہوئی۔ وضو کرتے ہی ساری خارش ختم ہو گئی۔ اس طرح کئی روز تک ہوا۔ جب بھی نماز کا وقت آتا اس کے جسم پر خارش شروع ہو جاتی اور وضو کرنے سے خارش کا خاتمہ ہو جاتا —— بالآخر سمجھ گیا کہ یہ مولوی صاحب کی کرامت ہے۔ اسی وقت توبہ کی کہ آئندہ کبھی بغیر وضو نماز پڑھنے کا تصور تک نہیں کرے گا۔ اس روز سے خارش بھی ختم ہو گئی۔ اور وہ پکا نمازی بھی بن گیا۔

ایک بار یہی مولوی صاحب کسی دیہات میں گئے۔ دیکھا تو مسجد ویران پڑی ہے۔ نہ کوئی مؤذن ہے۔ نہ ملّا اور نہ نمازی۔ دیہاتیوں سے پوچھا کہ کیا یہاں کے لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ اگر زمیندار صاحب نماز پڑھنے لگیں تو پورا دیہات نمازی ہو جائے۔

مولوی صاحب فوراً زمیندار کے پاس گئے۔ ایک طوائف اُن کے پاس بیٹھی تھی اور وہ خود نشے میں دھت تھے۔ مولوی صاحب نے کہا۔

"خان صاحب اگر آپ نماز پڑھنے لگیں تو دیہات کی مسجد آباد ہو جائے گی"۔

خان صاحب بولے "مَیں نہ شراب چھوڑ سکتا ہوں اور نہ اس طوائف کو"۔

مولوی صاحب نے کہا "مَیں آپ سے کوئی کام چھوڑنے کے لئے نہیں کہہ رہا صرف یہ درخواست کر رہا ہوں کہ نماز پڑھ لیا کیجئے"۔

زمیندار نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ پابندی سے نماز پڑھا کرے گا اور ساتھ ہی ایک بار پھر جتا دیا کہ وہ شراب اور طوائف کو ہرگز نہیں چھوڑے گا۔

مولوی صاحب نے وہاں سے رخصت ہو کر دوگانہ نماز پڑھی اور دعا مانگی "اے اللہ۔ مَیں نے زمیندار کو تیرے دربار تک پہنچا دیا ہے۔ اب اسے ہدایت دینا تیرا کام ہے"۔

اب زمیندار کی سنیئے۔ سوچا آج پہلا دن ہے۔ لاؤ غسل کر لیں۔ غسل کرکے پاک کپڑے پہنے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد باغ میں چلے گئے۔ عصر اور مغرب کی نمازیں وہاں ادا کیں۔ بعد مغرب گھر پہنچے طوائف موجود تھی لیکن ایسی کریہہ الصورت معلوم ہوئی کہ سیدھے گھر میں چلے گئے۔ بیوی پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے۔ شادی کو سات سال ہو گئے تھے لیکن نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ کبھی اس کی صورت دیکھی۔ فوراً باہر آئے اور رنڈی

سے کہا کہ آئندہ کبھی میرے مکان پر نہ آنا۔ اور خادم سے کہا کہ ہمارا بستر اندر مسجد رکھ دو آج سے ہم اندر ہی سویا کریں گے۔"

حضرت مولانا امیر خان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ان خانصاحب کی پچیس سال تک کبھی تہجد تک کی نماز قضا نہیں ہوئی۔

شاہ غلام علی صاحب جب ابتداءً دہلی پہنچے تو جامع مسجد میں مشرقی دروازہ کے اوپر شمالی سہ دری میں ٹھہر گئے۔ کئی روز کے فاقوں کے بعد ایک شخص مرغ کی بریانی لایا۔ اس زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ برتن واپس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ وہ شخص بریانی دے کر چلا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ کچھ بریانی بچ رہی۔ سوچا کہ اسے اگلے وقت کیلئے بچالو پھر خیال آیا کہ کسی دوسرے کو دے دو۔

قاب لے کر جامع مسجد کی سیڑھیوں پر آئے تو ایک مجذوب نے مخاطب ہو کر کہا "خوب سمجھے بیٹے ہو گیا تھا کہ اگر یہ توکل نہ کرے اور اگلے وقت کے لئے بریانی بچائے تو سالے کو بھوکا مارو۔"

حضرت مولانا نے ایک مجلس میں ایک شخص کا واقعہ سنایا کہ وہ کسی دیہات میں گیا اور ایک مسجد میں قیام کیا دیہات کے دستور کے مطابق زمیندار کے ہاں سے اس کا کھانا آیا مگر اس شخص نے یہ کہہ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا کہ میں صرف مرغ کا کھانا کھاتا ہوں۔ زمیندار کو بہت غصہ آیا اور کہا "تم نے کہیں اور دکھانا۔ یہاں تو یہی ملے گا۔"

وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا "دیکھتے جائیے۔ آپ خود ہی مجھے مرغ کھلائیں گے۔"

زمیندار جیں بجبیں ہوتے ہوئے گھر پر پہنچے معلوم ہوا کہ گھر والوں نے ابھی ابھی مرغ ذبح کر کے پکایا ہے۔ انہوں نے منت کی تھی۔ کہ اگر گھر کا فلاں بچہ تندرست ہو گیا تو کسی مسافر کو مرغ ذبح کر کے کھلائیں گے۔

زمیندار کو بہت تعجب ہوا۔ اور خود بنفسِ نفیس مسافر کے لئے مرغ لے کر پہنچے۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو زمیندار نے پوچھا کہ کیا تم واقعی مرغ کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے؟

اس شخص نے جواب دیا "بس بیٹھے بٹھائے ایک روز میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا۔ کہ اے رزاق۔ اگر تو مرغ کھلائے گا تو کھاؤں گا۔ شروع شروع میں مجھے کئی کئی روز کے فاقے ہوئے۔ میرا خوب امتحان لیا گیا۔ اب دونوں وقت مجھے بغیر کسی پریشانی کے مرغ مل جاتا ہے۔"

وہ شخص اس دیہات میں کئی روز تک ٹھہرا۔ دیہاتیوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ وہ صرف مرغ کھاتا ہے۔ اس لئے باقاعدہ دونوں وقت مختلف گھروں سے اس کے لئے مرغ آتا تھا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا "آپ کا مرشد کون ہے؟"

فرمایا: "ایک ضعیف عورت"

اس کے بعد اپنا یہ قصہ سنایا کہ ایک بار ایک جنگل میں میرا بیخودی اور جذب کے عالم میں گزر ہوا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت کچھ سامان زمین پر رکھے ہوئے کھڑی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: "یہ سامان اٹھا کر میری پشت پر رکھ دو۔"

اس وقت مجھ پر مستی کا عالم طاری تھا۔ میں نے ایک شیر کو اشارہ کیا۔ اس نے خود وہ سامان اپنے اوپر لیا۔ بھیجے سے اٹھا کر اس بوڑھی عورت کی پشت پر رکھ دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اے عورت شہر میں جا کر تو کیا کہے گی؟"

اس نے کہا: "میں کہوں گی کہ میں نے جنگل میں ایک ظالم

شخص کو دیکھا:

میں نے پوچھا۔ "تم مجھے ظالم کے لقب سے یاد کروگی؟"۔

اس نے کہا: "ہاں تم ظالم ہو۔ شیر اس کام کا مکلف نہیں تھا۔ تم نے اس کو تکلیف دی، جس کو حق تعالیٰ نے تکلیف نہیں دی کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اس کے علاوہ تم یہ بھی چاہتے ہو کہ شہر والوں کو پتہ چل جائے کہ تم صاحب کرامات ہو۔ یہ خود بینی اور خود نمائی ہے۔ جس کے ذریعہ تم اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہو۔"

اس کی بات میری سمجھ میں آگئی اور میں نے حق تعالیٰ سے اپنی غلطیوں کی توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ سلوک کی تعلیم مجھے اس ضعیفہ سے ملی۔

«⭘»

بھوپال میں ایک زبان دراز عورت تھی جو۔ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی۔ رات دن لوگوں سے لڑنے جھگڑنے کے علاوہ اسے کوئی دوسرا کام ہی نہیں تھا۔

مرتے وقت گھر والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ عربی بول رہی ہے۔ فوراً پڑوس کے ایک مولوی صاحب کو بلایا گیا، انھوں نے کہا کہ یہ عربی میں کہہ رہی ہے "میرے سامنے دو خوب صورت فرشتے کھڑے ہیں اور مجھے جنت میں لے جانے کو آئے ہیں۔"

اس عورت کے انتقال کے بعد لوگوں کو تشویش ہوئی کہ آخر اس میں ایسی کیا خوبی تھی کہ اسے ایسا عظیم الشان درجہ ملا گھر کے لوگوں نے بتایا کہ اپنی ساری خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس کی یہ عادت تھی کہ اذان کے وقت نہ خود بولتی اور نہ کسی دوسرے کو بولنے دیتی۔ اگر کوئی شخص بول اٹھتا تو اذان کے بعد اسے بے شمار صلاحیاں سناتی۔ کہ اللہ کا نام لیا جا رہا تھا۔ اور تم بیچ میں بول رہے تھے۔

سمجھنے والے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آگئی اس نے ان کے نام کی تعظیم کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جزا میں جنت کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے۔

وفات حسرت آیات

حضرت مولٰنا الحاج پیر طریقت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے برادر زادہ اور حضرت مولٰنا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب کے والد ماجد ۷ اجنوری بروز پیر مطابق ۲ ربیع الثانی علی پور سیداں دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! آپ کی عمر قریباً سو سال ہوگی۔ آپ زہد و ریاضت اور عبادت اور شب بیداری اور ذکر و فکر اپنی مثال آپ تھے۔ دین و دنیا میں صاحب بصیرت اور متحمل مزاج تھے۔ گاؤں کے لوگوں کے فیصلے اور ان کی مشکلات میں مدد فرماتے تھے۔ کئی امراض کے روحانی معالج تھے۔ بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ اہل خانہ و آستانہ کے بہید خیر خواہ تھے ختم خواجگان، گھڑ سواری، غرباء کی خدمت میں مشغول رہتے۔ خوبصورت چہرہ، ہنس مکھ اور ظریفانہ طبیعت کے مالک تھے۔ اہل خانہ اور مریدین کو آپکی وفات کا بہت قلق و اضطراب ہوا۔ سینکڑوں ارادتمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپکو حضرت امیر ملت کے مزار کے بائیں جانب کے مینار میں سپرد خاک کیا گیا۔ رسم قل بدھ کو بعد نماز فجر مسجد نور میں ادا کی گئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور

شمعِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

اشک پیمانۂ رحمت ہیں وہ ڈھل جاتے ہیں
آپ کے غم میں جو پلکوں پہ مچل جاتے ہیں

حدِ ادراک سے وہ سجدے نکل جاتے ہیں
جو کفِ پائے محمدؐ پہ مچل جاتے ہیں،

شمعِ کونینؐ کے جو سوز میں جل جاتے ہیں
چاند تاروں میں وہ پروانے بدل جاتے ہیں،

جن کے دو اشک ندامت سے نکل جاتے ہیں
ان پہ دھارے رحمت کے اُبل جاتے ہیں

دہر میں اک تیرا آئین اٹل ہے ورنہ
وقت کے ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں!

حادثے حادثے رہتے نہیں تیرے غم میں
آتے آتے وہ ترے نام سے ٹل جاتے ہیں

جب ترا نام سرِ بالیں کوئی لے آ کر
مرتے مرتے ترے بیمار سنبھل جاتے ہیں

اَللہ اَللہ رے یہ عظمتِ ارضِ طیبہ
آنکھوں والے تو یہاں آنکھوں کے بل جاتے ہیں

ـــــ ڈاکٹر ہلال جعفری، ملتان



سفیان ثوری کو آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا:
آج فن حدیث بھی مر گیا۔ شعبہ کو امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ ان کی غیر موجودگی میں آپ اکثر اُن کی ذہانت اور سمجھ کی تعریف کیا کرتے:

ایک دفعہ آپ نے فرمایا جس طرح مجھے آفتاب کے روشن ہونے کا یقین ہے اسی طرح میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ایک ہی چیز ہیں۔ یحییٰ بن معین سے جو امام بخاری کے استاد تھے۔ کسی نے سوال کیا کہ آپ کا ابو حنیفہ کی نسبت کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا صرف اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی ہے اور شعبہ تو بہر حال شعبہ ہیں۔

بصرے کے بعض اور محدثین میں سے جن سے امام ابو حنیفہؒ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ عبدالکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحوال زیادہ مشہور ہیں۔

امام صاحب کے اساتذہ ان کا اس قدر احترام کرتے تھے۔ کہ لوگوں کو تعجب ہوتا۔

محمد بن فضل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابو حنیفہ ایک حدیث کی تحقیق کے لیے خفیب کے پاس گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ خفیب نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لا کر اپنے برابر بٹھایا۔ امام صاحب کو جو کچھ پوچھنا تھا پوچھا۔ اور واپس تشریف لے آئے۔

اتنے علم کے باوجود امام صاحب کو طلب علم میں کسی قسم کا عار نہ تھا۔ امام مالکؒ آپ سے تیرہ برس چھوٹے تھے لیکن آپ اکثر ان کے حلقۂ اثر میں بھی جاتے اور حدیثیں سنتے تھے۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہؒ امام مالکؒ کے سامنے اسی طرح ادب سے بیٹھتے تھے۔ جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔ بعض ناسمجھ حضرات نے یہ بات امام صاحب کی شان کے خلاف کی ہے۔ مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ یہ تو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا تقاضا ہے کہ امام مالکؒ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ عبداللہ

بن المبارک کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے ان کی بہت تعریف کی۔ اور اپنے برابر بٹھایا ان کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کون صاحب تھے۔ یہ ابوحنیفہ عراقی تھے۔ جو اس ستون کو اگر سونے کا ثابت کرنا چاہیں۔ تو کر سکتے ہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالک نے ان کی بھی تعظیم کی۔ مگر اتنی نہیں۔ جتنی امام ابوحنیفہ کی تھی جب وہ چلے گئے تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ سفیان ثوری تھے۔

عملی زندگی

اب امام ابوحنیفہ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اور لوگ آہستہ آہستہ ان کی طرف کھنچ رہے تھے۔ انھیں دنوں عبداللہ بن مبارک نے جو امام صاحب کے مشہور شاگرد تھے۔ بیروت کا سفر کیا۔ اور حدیث سیکھنے کے لیے امام اوزاعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اوزاعی نے ان سے پوچھا کہ کوفے میں ابوحنیفہ کون شخص پیدا ہوا ہے جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہ دیا اور گھر چلے آئے۔ چند روز بعد پھر گئے تو کچھ ورق اپنے ساتھ لے گئے۔ اوزاعی نے وہ ورق ان کے ہاتھ سے لیے اور ان ورقوں کو غور سے دیکھتے رہے۔ ان کو پڑھ کر عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ یہ نعمان کون صاحب ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ عراق کے ایک شخص ہیں جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اوزاعی ان اوراق کی تحریر سے متاثر ہو چکے تھے ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ بڑے پائے کا شخص ہے عبداللہ بن مبارک نے عرض کیا کہ وہی حضرت ابوحنیفہ ہیں جنہیں آپ بدعتی بتاتے تھے۔

اوزاعی کو اپنی غلطی پر سخت افسوس ہوا اگلے حج کے زمانے میں جب اوزاعی مکہ گئے تو وہاں امام ابو حنیفہ سے ملاقات ہوئی اور ان مسائل کا ذکر بھی آیا جو ان اوراق پر لکھے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن مبارک بھی وہاں موجود تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس خوبی سے تقریر کی کہ اوزاعی حیران رہ گئے۔ اور امام ابوحنیفہ کے جانے کے بعد مجھ سے کہا!

"اس شخص کے کمال ہی کی وجہ سے لوگ اس سے جلتے ہیں۔ بلاشبہ میری بدگمانی غلط تھی۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔ کچھ اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔

جب امام ابوحنیفہ دوسری بار مدینے گئے۔ تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ایک ساتھی نے حضرت امام باقر کو بتایا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا کیوں۔ تم ہی قیاس کی بنا پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو" امام ابوحنیفہ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔

معاذ اللہ۔ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو میں خدمت گرامی میں کچھ عرض کروں" اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے دریافت کیا مرد ضعیف ہے یا عورت؟ حضرت امام باقر نے فرمایا

عورت" پھر امام ابوحنیفہ نے سوال کیا۔
وراثت میں مرد کا زیادہ حصہ ہے یا عورت کا؟
حضرت امام باقر نے ارشاد فرمایا "مرد کا" اب امام
ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر میں قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو
زیادہ حصہ دیا جائے۔ کیونکہ ظاہری قیاس کی بنا پر
ضعیف کو زیادہ ملنا چاہیئے۔
اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے پھر پوچھا کہ نماز افضل
ہے یا روزہ؟ حضرت امام باقر نے جواب دیا
"نماز" امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قیاس چاہتا ہے کہ
عورت پر نجاست کی حالت میں قضا کی ہوئی
نمازوں کی قضا واجب ہے۔ نہ کہ روزے کی حالانکہ
میں روزے ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔ حضرت
امام باقر یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے
اُٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔

امام ابوحنیفہ ایک مدت تک حضرت
ممدوح کی خدمت میں حاضر رہے
اور حدیث اور فقہ کے متعلق بہت سی
نادر معلومات حاصل کیں۔ شیعہ اور سُنّی
دونوں فرقوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ
امام ابوحنیفہ نے حضرت امام باقر کے
فیض صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔

امام ابوحنیفہ نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے
فیض صحبت سے بھی اکتساب علم کیا۔ جس کا ذکر عموماً
تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر ابن تیمیہ نے اس سے انکار
کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق
کے ہم عصر اور ہمسر تھے۔ اس لیے وہ ان کی شاگردی
کیوں کر اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی غلطی
ہے امام ابوحنیفہ یقیناً بہت بڑے مجتہد اور عالم
تھے لیکن علم و فضل میں حضرت جعفر صادق کا مرتبہ
بھی بہت بلند ہے۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم ان
کے گھر سے نکلے ہیں۔ اس کی تصدیق خود امام اعظم
کی روش سے ہوتی ہے۔ کہ وہ خاندان رسالت
کے ان افراد کا کتنا احترام کرتے تھے۔

غیبت سے پرہیز

امام ابوحنیفہ بڑے خدا ترس، دیانت اور
عبادت گزار تھے غیبت سے پرہیز فرماتے اور
خدا کا شکر ادا کرتے کہ اس نے ان کی زبان
کو اس گناہ سے پاک رکھا

"ایک دن ایک شخص نے آپ سے
کہا حضرت لوگ آپ کی شان میں کیا
کچھ نہیں کہتے۔ مگر میں نے آج
تک آپ کی زبان سے کسی کی برائی
نہیں سُنی" ارشاد فرمایا۔ یہ بھی خدا
کی مہربانی ہے۔"

امام سفیان ثوری سے کسی شخص نے کہا ابوحنیفہ

امام صاحب کے اساتذہ ان کا اس قدر احترام
کرتے تھے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا

کہ میں نے کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا" انہوں نے جواب دیا۔ "ابوحنیفہ رح ایسے کم عقل نہیں ہیں کہ اپنے اعمال کو غیبت کا گناہ کر کے برباد کریں"۔

امام صاحب قسم کھانے کو بھی بہت برا جانتے تھے اور عہد کر رکھا ہے کہ اگر اتفاقاً یہ خطا سرزد ہو گئی تو اس کا کفارہ ایک درہم ادا کریں گے۔ اتفاق سے ایک موقع پر بھول کر قسم کھالی۔ تو فرمایا "اب بجائے درہم کے دینار دوں گا"۔

خدا ترسی اور عبادت

امام صاحب بڑے عبادت گزار تھے اور ذکر و عبادت میں ان کو بڑا مزہ آتا تھا۔ اکثر نماز میں یا قرآن پڑھتے وقت رقت طاری ہو جاتی۔ اور گھنٹوں رویا کرتے۔ ابراہیم بصری کا بیان ہے:

"ایک بار فجر کی نماز میں میں ابوحنیفہ رح کے ساتھ شریک تھا۔ دوران نماز امام صاحبؒ نے ایک آیت پڑھی جس کا مطلب تھا کہ خدا کو ظالموں کے کردار سے بے خبر سمجھنا۔ یہ آیت سن کر امام ابوحنیفہ رح پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا"۔

دوسری مرتبہ نماز میں امام نے ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ قیامت گنہگاروں کا وعدہ گاہ ہے اور ساعت مصیبت کی ایک ناگوار چیز ہے۔ اس آیت نے ان پر اتنا اثر کیا کہ اسی کے پڑھنے میں رات ختم ہو گئی۔ اور وہ بار بار اس آیت کو پڑھتے تھے۔ اور روتے جاتے تھے۔

یزید بن کمیت ایک مشہور عابد اور امام صاحب کے ہمعصر تھے ان کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ عشاء کی نماز میں امام ابوحنیفہ رح کے ساتھ شریک تھا امام نے اذا زلزلت کی سورۃ پڑھی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے۔ مگر میں ٹھہرا رہا۔ امام ابوحنیفہ رح کو دیکھا کہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ کہ ان کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ فجر کے وقت پھر مسجد میں گیا۔ تو دیکھا کہ آپ اسی طرح بیٹھے ہیں۔ داڑھی ہاتھ میں ہے۔ اذا زلزلت کی سورۃ ورد زبان ہے اور بڑی رقت سے کہہ رہے ہیں۔ "اے میرے مالک" جو ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر بدی دونوں کا بدلہ دے گا۔ اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچا"۔

امام صاحب ایک دن بازار میں چلے جا رہے تھے۔ کہ اتفاق سے ایک لڑکے کے پاؤں پر پاؤں پڑ گیا۔ وہ چیخ اٹھا اور بولا۔ "تو خدا سے نہیں ڈرتا" امام صاحب کو یہ سن کر غش آ گیا۔ ایک صاحب امام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آپ کو سنبھالا۔ جب آپ کو ہوش آ گیا۔ تو دریافت کیا۔ "آپ ایک لڑکے کی بات پر اتنے پریشان کیوں ہو گئے" فرمایا "عجب کیا ہے کہ اس لڑکے کی آواز ہدایت غیبی ہو"۔

ایک دفعہ حسب معمول اپنی دکان پر گئے۔ نوکر نے کپڑے کے تھان نکال کر سامنے رکھے اور یوں ہی باتوں باتوں میں کہنے لگا۔ "خدا ہم کو جنت نصیب کرے"۔ امام صاحب پر یہ سن کر رقت طاری ہو گئی۔ اور اس قدر روئے کہ شانے تر ہو گئے پھر نوکر کو دکان بند کرنے کا حکم دیا۔ اور اپنے چہرے پر رومال ڈال کر کسی طرف کو نکل گئے۔ دوسرے دن جب دکان پر پہنچے۔ تو نوکر سے کہا کہ "بھائی ہم اس قابل کہاں ہیں کہ جنت کی آرزو کریں ہمارے لئے تو یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہوں"۔

ایک دفعہ کسی شخص کو کوئی مسئلہ بتا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ "ابوحنیفہ! خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو"۔ امام صاحب

پر اس کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کے چہرے کی رنگت بدل گئی پھر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی خدا تم کو جزائے خیر دے۔ اگر مجھ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ خدا مجھ سے مؤاخذہ کرے گا۔ کہ میں نے جان بوجھ کر علم کو کیوں چھپایا۔ تو میں ہرگز فتویٰ نہ دیتا کسی وقت کوئی مشکل مسئلہ سامنے آجاتا اور اس کا جواب سمجھ میں نہ آتا تو خیال فرماتے کہ غالباً مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ یہ اسی کی شامت ہے۔ پھر وضو کر کے نماز پڑھتے اور توبہ اور استغفار کرنے لگتے۔

اُستاد کی عزت

آپ اپنے اُستاد حمّاد کی زندگی میں ہی فارغ التحصیل ہو چکے تھے عمر بھی چالیس برس کے قریب آچکی ہے مگر اُستاد کے ہوتے ہوئے ان کی طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ اپنی درس گاہ الگ بنائیں جو محبت انہیں اپنے استاد سے تھی اور وُہ ان کی جتنی عزت کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب تک استاد حماد زندہ رہے انہوں نے کبھی ان کے مکان کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے۔

درس و تدریس

حمّاد کا اپنے انتقال کے بعد ایک لائق بیٹے کو چھوڑا تھا۔ لوگوں نے انہی کو درس گاہ میں جانشین بنا دیا مگر انہیں حدیث و فقہ سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ادب کی طرف مائل تھے۔ اس لئے ان کی جگہ موسیٰ ابن کثیر نے لے لی۔ چند روز تک ان کا حلقۂ درس قائم رہا۔ اس کے بعد وہ حج پر چلے گئے اب تمام لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے درخواست کی کہ وُہ اس کے بعد وہ حج کو چلے گئے۔ اب تمام لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے درخواست کی۔ کہ وُہ اس درس گاہ کو سنبھال لیں۔ چنانچہ بڑی مشکل سے امام صاحب راضی ہوئے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ پھر شروع امام ابوحنیفہ رح نے اس درسگاہ میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے پہل تو حضرت حمّاد کے پرانے شاگرد ہی شریک ہوئے مگر چند روز کے اندر اندر درس گاہ کی وہ شہرت ہوئی کہ کوفہ کی اکثر درس گاہیں ٹوٹ گئیں اور وہاں کے طالب علم اسی درس گاہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود امام ابوحنیفہ رح کے بعض استاد بھی حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ سپین کے سوا اسلامی ممالک کا کوئی حصّہ ایسا نہ تھا۔ جہاں کے طالب علم اس درس گاہ میں حصولِ تعلیم کے لئے نہ آئے ہوں۔ مختصراً یہ سمجھنا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ رح کی استادی کی حدُود خلیفۂ وقت کی حدود مملکت کے برابر تھیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کی دکان پہ ریشم کے چند تھان بغرض فروخت رکھے گئے۔ اتفاق سے ان تھانوں میں کچھ عیب تھا۔ آپ نے دکان کے ملازم کو ہدایت کی کہ وہ ان کے بیچنے سے قبل گاہک کو آگاہ کر دے۔ کہ ان میں یہ عیب ہے۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ دکان کے ملازم نے وُہ سب تھان بیچ ڈالے۔ اور ان کا عیب بتانا بھول گیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رح کو جب معلوم ہوا کہ وُہ عیب دار تھان سب کے سب بک گئے۔ تو آپ نے دکان کے ملازم سے دریافت کیا کہ آیا اس نے ان تھانوں کے بیچنے سے پہلے گاہک کو ان کے عیب سے آگاہ کر دیا تھا؟ یا نہیں۔ ملازم نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا کہ اسے ان کی یہ ہدایت یاد نہیں رہی۔ یہ

مسئلہ آپ نے سارے تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم ہوتی تھی، سب کی سب خیرات کر دی۔

ایک دن ایک عورت آپ کے پاس ایک ریشم کا تھان بیچنے کو لائی۔ آپ نے قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اس کی قیمت سَو درہم ہے۔" آپ نے فرمایا کہ قیمت کم ہے۔" اس نے کہا دو سَو درہم۔" فرمایا کہ "اب بھی کم ہے۔ یہ تھان پانچ سَو درہم سے کم کا نہیں ہے۔" وہ عورت بڑے تعجب سے بولی: "آپ شاید ہنسی کرتے ہیں۔" آپ نے اُسے پانچ سَو درہم دے دیئے اور تھان رکھ لیا۔

امام صاحب کی تجارت بہت وسیع تھی۔ اور دُور دُور تک پھیل ہوئی۔ بعض دوسرے شہروں میں بھی آپ کے ایجنٹ کام کرتے تھے۔ بڑے بڑے سوداگروں سے لاکھوں روپے کا لین دین تھا مگر اتنی بڑی تجارت کے ہوتے ہوئے بھی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ناجائز طور پر ایک پیسہ بھی آپ کے خزانے میں داخل نہ ہو سکتا۔ اس احتیاط کی بدولت کبھی کبھی آپ کو نقصان بھی اٹھانا پڑتا تھا مگر آپ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے۔

تجارت اور روپیہ پیدا کرنے سے آپ کا مقصد عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا تھا جتنے دوست احباب اور ملنے جلنے والے تھے۔ روزینے مقرر تھے۔ عالموں اور محدثوں کے لئے تجارت کا ایک حصّہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اس سے جو نفع ہوتا وہ سال کے سال ان لوگوں کو پہنچا دیا جاتا تھا۔

آپ کا معمول تھا کہ اگر گھر والوں کے لئے کوئی چیز خریدتے تو اسی قدر علماء و محدثین کے پاس بھیجواتے۔ اگر کوئی شخص اتفاقیہ ملنے کے لئے آ جاتا تو اس سے اس کا حال پوچھتے اور اگر وہ حاجت مند ہوتا تو اس کی حاجت پوری کرتے۔ شاگردوں میں جس کو تنگ دست دیکھتے اس کی مدد کرتے۔ تاکہ اطمینان سے تعلیم حاصل کر سکے۔ بہت سے لوگ جنھیں مفلسی کی وجہ سے علم حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ امام صاحب ہی کی امداد کی بدولت بڑے بڑے رتبوں کو پہنچے۔

ایک بار آپ کی خدمت میں کچھ لوگ ملنے کے لئے آئے ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو صورت اور لباس سے بہت مفلس معلوم ہوتا تھا۔ جب سب لوگ رخصت ہونے لگے تو آپ نے اس کو روک لیا۔ اور سب کے جانے کے بعد اپنی جانماز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اس کا کونا اٹھا دو۔" اس نے جب جانماز کا کونا اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ہزار درہم کا تھیلی رکھی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا: "خدا کا شکر ہے کہ میں کھاتا پیتا آدمی ہوں اور آپ کی دعا سے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" اس پر آپ نے ارشاد فرمایا "تو پھر تمہیں اپنی حالت تو ایسی نہ بنانا چاہیئے۔ کہ دوسروں کو شبہ ہو۔"

ایک مرتبہ امام صاحب کے ایک جاننے والے بیمار ہو گئے آپ ان کی عیادت کو تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں ایک شخص ملا جو امام صاحب کا مقروض تھا۔ اس نے چاہا کہ کترا کر دوسری طرف نکل جائے۔ امام صاحب نے اس کو دیکھ لیا۔ اور اپنے پاس بلایا۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے اس سے پوچھا کیوں بھاگ، تم مجھ سے کترا کر کیوں جا رہے ہو؟ وہ سر جھکا کر کہنے لگا: "حضرت بات یہ ہے کہ میں نے آپ سے دس ہزار درہم قرض لے تھے۔ مگر بدقسمتی سے اب تک وہ قرض ادا نہیں کر سکا۔ مجھے آپ کے سامنے آتے اور آپ سے آنکھیں چار کرتے شرم آتی ہے۔ آپ کو اپنا روئے سیاہ کیوں کر دکھاؤں۔" امام صاحب کے دل پر اس کی غیرت نے بڑا اثر کیا۔ اور آپ فرمانے لگے:

"جاؤ، میں نے اپنا قرض معاف کیا۔"

ایک بار آپ حج کے لئے تشریف لیجا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا جس کا نام عبداللہ تھا راستے میں ایک جگہ ایک بدوی نے عبداللہ کو پکڑ لیا۔ اور امام صاحب کے سامنے لاکر کہنے لگا "ان کے اُوپر میرا قرض ہے اور یہ ادا نہیں کرتے" امام صاحب نے عبداللہ سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟" انہوں نے سرے سے انکار کر دیا۔ اب امام صاحب نے پھر بدوی سے دریافت کیا۔ کہ عبداللہ کے اُوپر تمہارا کتنا قرض ہے؟ اس نے جواب دیا چالیس درہم" امام صاحب کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور فرمانے لگے "افسوس غیرت و حمیت زمانے سے اُٹھ گئی، اتنی ذرا سی رقم پر اتنا جھگڑا کھیڑا۔" یہ فرما کر آپ نے اس بدوی کو اپنے پاس سے چالیس درہم ادا کر دیئے۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

کوفے میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ جن کا نام ابراہیم بن عتبہ تھا۔ وہ مختلف لوگوں کے چار ہزار درہم کے مقروض تھے قرض خواہوں نے کافی پریشان کر رکھا تھا اور انہوں نے شرم کی وجہ سے گھر سے نکلنا اور ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دوست سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ وہ اتنے دولت مند نہیں تھے کہ اتنی بڑی رقم ادا کر سکتے۔ اس لئے انہوں نے یہ تجویز کی کہ دوستوں سے چندہ اکٹھا کر کے یہ قرض ادا کر دیں۔ دوستوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امداد کی پیش کش بھی کی۔ اور جب وہ اس غرض سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام صاحب نے دریافت فرمایا "قرضے کی کل رقم کتنی ہے؟" انہوں نے کہا۔ "چار ہزار درہم" اتنی رقم کے لئے جگہ جگہ کہاں پریشان ہوتے پھروگے۔" یہ کہہ کر کل رقم اپنے پاس سے ادا کر دی۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کتنے بڑے سخی اور فیاض تھے۔ دوسروں کی مصیبت اور حاجت میں کس طرح کام آتے اور کس طرح ضرورت مندوں کی اپنے مال و دولت سے مدد کرتے تھے۔

متانت و انکسار

باوجود اس دولت مندی اور عظمت و شان کے آپ نہایت متواضع اور حلیم تھے۔ ایک دفعہ آپ مسجد خیف میں تشریف رکھتے تھے۔ شاگرد اور عقیدت مند آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ کہ ایک اجنبی شخص آگیا۔ اس نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اس کو مناسب جواب دے دیا جس کو سن کر وہ کہنے لگا "حسن بصری رح نے تو اس کے خلاف بتایا ہے۔" امام صاحب نے فرمایا "حسن نے غلطی کی ہے"

حاضرین میں ایک شخص حسن بصری رح کا بڑا معتقد تھا۔ وہ کہنے لگا۔ "نامعقول تو حسن رح کے قول کو غلط ٹھہراتا ہے۔" اس بدتمیزی پر تمام مجلس میں ایک گڑبڑ مچ گئی لوگ آپے سے باہر ہو گئے۔ اور چاہتے تھے کہ اسے اس بیہودہ گوئی پر قرار واقعی سزا دیں۔ مگر امام صاحب نے سب لوگوں کو سختی سے منع کر دیا۔ آپ کے فرمانے پر لوگ مجبور ہو گئے۔ اور امام صاحب پھر درس دینے میں مشغول ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد جب لوگوں کا جوش و خروش کچھ کم ہوا تو آپ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس نے سوال کیا تھا اور اس سے دوبارہ ارشاد فرمایا "ہاں حسن نے غلطی کی ہے"۔

ایک بزرگ یزید بن کمیت سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے امام صاحب سے کچھ گستاخانہ گفتگو شروع کر دی۔ وہ شخص بدتمیزی سے گفتگو کر رہا تھا۔ مگر امام صاحب اسے بڑی نرمی

سے جواب دیتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کو بے دین کہہ دیا۔ اس پر

امام صاحب نے فرمایا "اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ وہ خوب واقف ہے۔ کہ تم نے جو الزام مجھ پر لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے"۔

حضرت امام صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں کسی پر لعنت نہیں کی۔ کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی مسلم یا غیر مسلم کو نہیں ستایا۔ کسی سے مکر و فریب نہیں کیا۔ اور نہ کسی سے بدعہدی کی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امام صاحب مسجد میں درس دے رہے تھے کہ ایک شخص جس کو آپ سے عداوت تھی، مسجد میں آ گیا۔ اور امام صاحب کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے لگا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور درس دینے میں مشغول رہے۔ شاگردوں کو بھی منع کر دیا۔ کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ جب آپ درس ختم کرکے اٹھے تو وہ شخص بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ اور راستے بھر برا بھلا کہتا رہا۔ جب امام صاحب اپنے گھر کے قریب پہنچے تو، کھڑے ہو گئے۔ اور اس سے فرمانے لگے۔ "دیکھو میاں! اب میرا گھر آ گیا ہے۔ میں اندر چلا جاؤں گا۔ تو تمہیں برا بھلا کہنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے میں کھڑا ہوں تم اچھی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکال لو۔

ایک دن کا قصہ ہے کہ امام صاحب مسجد میں درس دے رہے تھے۔ بہت سے شاگرد، عقیدت مند اور علماء جمع تھے کہ ایک نوعمر شخص حلقۂ درس سے اٹھا اور اس نے امام صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے بتا دیا اس نے امام صاحب کا جواب سن کر کہا۔ "ابو حنیفہ! تم نے جواب میں غلطی کی ہے" ابو الخطاب جرجانی نام کے ایک بزرگ حلقۂ درس میں شریک تھے۔ انہیں یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور حاضرین سے کہنے لگے "تم لوگ بڑے بے غیرت ہو۔ کہ کل کا لونڈا حضرت جیسے بزرگ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اور تم ٹھنڈے دل سے سن رہے ہو۔ اس پر امام صاحب ابو الخطاب کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ ان لوگوں کو الزام دینا غلط ہے۔ میں تو اسی لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ آزادی کے ساتھ میری رائے کی مخالفت کریں۔ میری غلطیاں ثابت کریں۔ اور میں صبر و تحمل سے انہیں سنوں"۔

ہمسایوں سے سلوک

حضرت امام صاحب اپنے ہمسایوں سے کتنی ہمدردی فرماتے تھے۔ ایک واقعہ اس کے متعلق بھی سن لیجئے۔

آپکے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت آوارہ اور لفنگا آدمی تھا۔ دن بھر تو وہ اپنے کام میں مشغول رہتا شام کو جب گھر آتا تو گوشت، شراب اور دوسرے لوازم خرید کر لاتا۔ رات ہوتے ہوتے اس کے دوست احباب جمع ہو جاتے وہ بھی اسی کی طرح آوارہ مزاج اور لفنگے لوگ ہوتے۔ موچی اپنے ہاتھ سے کباب بناتا، پھر سب لوگ بیٹھ کر شراب پیتے۔ کباب کھاتے، ہا ہا، ہو ہو کرکے غل مچاتے اور اُلٹے سیدھے گانے گاتے۔ امام صاحب اپنی عبادت کے سلسلہ میں رات کو بہت کم سوتے۔ اس ہنگامہ کو اس شور و غل سے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اور سخت پریشانی اٹھانی پڑتی تھی۔ مگر آپ یہ سب کچھ برداشت کرتے تھے۔ اور ایک حرف شکایت بھی زبان پر نہ لاتے تھے۔

ایک رات کوتوال شہر گشت پر نکلا۔ اتفاق سے اس کا گزر ادھر سے ہوا جہاں اس موچی کا مکان تھا۔ کوتوال نے، جو اس موچی کے گھر میں شور و غل کی آواز سُنی تو وہ اس کو گرفتار کرکے لے گیا۔ اور لے جاکر قید خانہ میں ڈال دیا۔ رات کو جب امام صاحب

نے حسبِ معمول موچی کی آواز نہیں سنی تو آپ کو فکر پیدا ہوئی۔ صبح کو آپ نے اپنے دوست احباب سے دریافت فرمایا کہ رات انہوں نے اپنے پڑوسی موچی کی آواز نہیں سُنی، کیا وُہ کہیں چلا گیا ہے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ کوتوال شہر گشت پھرا اِدھر آیا تھا وُہ موچی کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گیا اور قید خانہ میں بند کر دیا۔

امام صاحب یہ سن کر بڑی دیر تک افسوس کرتے رہے پھر سواری تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور دارالامارۃ تشریف لے گئے

عباسیوں کا دَورِ حکومت تھا۔ اور عیسیٰ بن موسیٰ کوفے کا گورنر تھا۔ جو خلیفہ منصور کا بھتیجا تھا۔ اور عقل و تدبیر، شجاعت و دلیری کے لحاظ سے اہلِ خاندان میں سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا۔ لوگوں نے جب اسے اطلاع دی کہ ابو حنیفہ رہ آپ سے ملنے تشریف لا رہے ہیں تو اس نے اپنے درباریوں کو استقبال کے لئے بھیجا۔ اور ہدایت کی کہ انہیں دارالامارۃ کے صحن تک سواری میں لائیں۔ سواری جب قریب آئی تو خود تعظیم کے لئے اٹھا اور امام صاحب کو بڑے ادب و احترام سے بٹھایا۔ پھر دریافت کیا کہ "آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ مجھے بُلا بھیجیئے۔ میں خود خدمتِ عالی میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتا۔

امام صاحب نے فرمایا: "میں اِس لئے حاضر ہُوا ہوں کہ میرے محلے میں ایک موچی رہتا ہے۔ رات کو کوتوال شہر اسے گرفتار کرکے لے گیا۔ اور قید خانہ میں بند کر دیا۔ میری خواہش ہے کہ اسے رہا کر دیا جائے۔

گورنر عیسیٰ نے امام صاحب کے فرمانے کے مطابق اسی وقت جیل کے داروغہ کو حکم بھیجا۔ کہ موچی کو رہا کرکے فوراً بھیج دیا جائے۔ امام صاحب جب گورنر عیسیٰ سے رخصت ہو کر واپس تشریف لے چلے تو موچی بھی ہم رکاب تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

"امام صاحب۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے ہمسائگی کا حق ادا کر دیا۔

اس کے بعد وہ موچی امام صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہونے لگا۔ اور حضرت کی صحبتِ بابرکت کا اس پر ایسا اثر پڑا کہ اس نے سب بُرائیوں سے توبہ کر لی۔ اور آہستہ آہستہ وہ امام صاحب کے حلقۂ درس میں بھی شامل ہونے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے علم فقہ میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ اور فقیہہ کے معزز لقب سے ممتاز ہُوا۔

والدہ کی خدمت

حضرت امام صاحب کے والد بزرگوار امام صاحب کے بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ مگر ان کی والدۂ محترمہ عرصۂ دراز تک زندہ رہیں۔ اکثر عورتوں کی طرح وُہ بھی بڑی وہمی اور شکی تھیں۔ اس قدر وہمی اور شکی تھیں کہ کبھی کبھی ان کا طور طریقہ تکلیف دِہ ہو جاتا۔ مگر امام صاحب ان کی سب باتیں بڑی ہنسی خوشی سے برداشت کرتے تھے اور کبھی ایک حرف زبان پر نہ لاتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں امام صاحب نے دل و جان سے ان کی خدمت کی۔ کبھی ان کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اور زندگی بھر ان کی دعائیں لیتے رہے۔

وُہ واعظوں کی نہایت معتقد تھیں، خصوصاً کوفے کے ایک نہایت مشہور و معروف واعظ عمرو بن ذر سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ اگر کبھی کوئی مسئلہ سامنے آتا اور اس میں انہیں شک ہو جاتا تو وُہ حضرت امام ابو حنیفہ رہ کو حکم دیتیں کہ جائیے مسئلہ عمرو بن ذر سے پوچھ آئیے۔

امام صاحب والدہ محترمہ کے ارشاد کی تعمیل میں عمرو

بن ذر سے پوچھ آؤ — امام صاحب والدہ محترمہ کے ارشاد کی تعمیل میں عمرو بن ذر کے پاس تشریف لے جاتے۔ وہ امام صاحب کے پوچھنے پر شرمندہ ہو جاتے، عذر کرتے اور کہتے میں آپ کے سامنے کیا زبان کھول سکتا ہوں، بھلا میں کیا اور میری حقیقت کیا۔ لیکن امام صاحب فرماتے "میری والدہ محترمہ نے مجھے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل مجھ پر فرض ہے"۔ اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کی سمجھ میں مسئلے کا جواب نہ آتا تو وہ امام صاحب سے درخواست کرتے "آپ مجھے بتا دیجئے۔ میں اسی کو آپ کے سامنے دہرا دوں گا"۔

کبھی کبھی امام صاحب کی والدہ کو شک ہو جاتا کہ ابو حنیفہ نے یہ بات اپنی طرف سے کہدی ہے تو وہ اصرار کرتیں اور فرماتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی۔ ایسے مواقع پر امام صاحب ان کو خچر پر سوار کرتے خود پیادہ ان کے ہمراہ چلتے اور جا کر پوری تفصیل عمرو بن ذر کے سامنے بیان فرماتے۔ والدہ محترمہ جب اس کا جواب اپنے کانوں سے سن لیتیں، تب انہیں اطمینان ہوتا۔ ایک بار انہوں نے امام صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے مناسب جواب دے دیا۔ تو وہ کہنے لگیں کہ تمہارے جواب سے میری تسکین نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ اگر واعظ اس کی تصدیق کر دیں تو مجھے اطمینان ہو جائے گا۔

یہ سن کر امام صاحب نے انہیں خچر پر سوار کیا اور خود معمول کے مطابق پیادہ ان کے ہمراہ واعظ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سے مسئلے کی صورت بیان کی۔ انہوں نے جب امام صاحب کے فتوے کی تصدیق کر دی تب والدہ محترمہ مطمئن ہو سکیں۔

ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو طلب کیا اور کہا کہ وہ آپ کو میر منشی مقرر کرنا چاہتا ہے۔ امام صاحب نے یہ خدمت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس کے بار بار زور دینے پر بھی رضامند نہیں ہوئے۔ اس پر اُسے غصہ آ گیا۔ اور اس نے حکم عدولی کی سزا میں امام صاحب کے دُرّے مارنے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ امام صاحب کے دُرّے لگائے گئے اس زمانے میں امام صاحب کی والدہ محترمہ بقیدِ حیات تھیں ان کو یہ حال معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرماتے تھے: "مجھے اپنی تکلیف اور دُرّے لگنے کا غم نہیں۔ لیکن میری والدہ کو میری اس تکلیف سے جو رنج پہنچتا ہے۔ اس سے مجھے دلی صدمہ ہوتا ہے۔

رحم دلی اور استقلال

حضرت امام صاحب نہایت رحم دل تھے۔ کسی کو رنج اور تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور درس دے رہے تھے۔ کہ کسی شخص نے آکر اطلاع دی۔ کہ فلاں شخص کوٹھے پر سے گر پڑا۔ یہ سن کر آپ اس زور سے چیخے کہ شاگرد بُری طرح گھبرا گئے پھر ننگے پیر اُس کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ وہاں جا کر اس کی تسلی و تشفی فرمائی اور جب تک وہ بیمار رہا۔ ہر روز صبح کو برابر اس کی عیادت کو جاتے اور تیمارداری کرتے رہے۔

ایک عجیب بات یہ تھی کہ دوسروں کی تکلیف سے تو امام صاحب بے چین ہو جاتے تھے مگر جب اپنے اوپر کوئی مصیبت پڑتی تو اُسے ہنسی خوشی برداشت کرتے تھے۔ اکثر حاکمانِ وقت اور اہلِ دربار کے ہاتھوں آپ کو تکلیفیں پہنچیں۔ مگر نہ آپ کے قدم کبھی ڈگمگائے اور نہ کوئی حرفِ شکایت زبان پر لائے۔ اپنے معاملات میں آپ نہایت استقلال سے کام لیتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امام صاحبؒ مسجد میں درس دے رہے تھے۔ اتفاق سے مسجد کی چھت سے ایک سانپ گرا اور کچھ اس طرح سے گرا کہ امام صاحب کی گود میں آگیا۔ تمام شاگرد اور ارادت مند بھاگ گئے۔ مگر آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔

فرض شناسی اور حق گوئی

حضرت امام ابوحنیفہ رہ کے زمانے میں محمد بن عبدالرحمانؒ کوفے کے قاضی تھے۔ جو ابن ابی لیلیٰ کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ یہ بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ اور ۳۳ برس تک کوفے کے قاضی رہے۔ ان میں اور امام صاحب میں کچھ رنجش کی وجہ یہ تھی کہ امام صاحب قاضی کے غلط فیصلوں پر اکثر نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ جس کا مقصد ان کی اصلاح تھا۔ قاضی صاحب اسی سے ناخوش ہوتے۔ مگر امام صاحب اپنی عادت سے مجبور تھے۔ ان کو بغیر سچی بات کہے چین نہ آتا تھا قاضی صاحب کا معمول تھا کہ مقدمات کا فیصلہ مسجد میں بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔ ایک دن حسبِ معمول وہ مقدمات فیصل کر کے مسجد سے اٹھے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے راستے میں انھوں نے دیکھا کہ ایک عورت کسی سے لڑ رہی ہے۔ قاضی صاحب کھڑے ہوگئے۔ اس عورت نے جھگڑے کے دوران میں اس شخص کو جس سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ حرام زادے اور حرام زادی کے بچے کہہ دیا۔ اس پر قاضی صاحب نے عورت کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ دوبارہ مسجد میں واپس آگئے۔ اور حکم دے دیا کہ اس عورت کو کھڑا کر کے دوبار درّے لگائے جائیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا۔

"قاضی صاحب نے اس فیصلے میں کچھ غلطیاں کی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ مجلس قضا سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ پھر اجلاس کیا جو عدالت کے اصول کے خلاف ہے۔ اس کے بعد مسجد میں دُرّے مارنے کا حکم دیا۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دُرّے مارنے کو منع فرمایا ہے اور انتہائی غلط بات یہ کی کہ عورت کو بٹھا کر درّے مارنے چاہئیں عورت نے اگر ایک لفظ کہا تھا تو اسے ایک بار دُرّے مارنا چاہیے تھے۔ اور اگر دو دفعہ دُرّے مارنے کی سزا دینا ہی تھی تو ایک مرتبہ دُرّے مار کر چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ تاکہ زخم بھر جاتے اور وہ دوبارہ درّے کھانے کے قابل ہو جاتی۔ تمام باتوں سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جس شخص کو گالی دی گئی ہے۔ اس نے کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ پھر قاضی صاحب کو کیا اختیار تھا کہ مقدمہ قائم کرتے"

قاضی ابن ابی لیلیٰ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ بہت ناخوش ہوئے۔ اور انھوں نے غصے میں آکر کوفے کے گورنر سے جا کر شکایت کردی۔ گورنر کے کان پہلے ہی سے بھرے ہوئے تھے۔ اس نے حکم بھیج دیا کہ امام ابوحنیفہ آئندہ کوئی فتویٰ نہ دیں۔ امام صاحب سچی بات کہنے میں اگرچہ کسی حاکم یا امیر کی پرواہ نہ کرتے تھے تاہم یہ سوچ کر خاموش ہوگئے کہ کوفے میں بہت سے علماء اور فقیہ ہیں جو فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ حاکمِ وقت کی اطاعت بھی لازم ہے۔

دیانت داری کی ایک اعلیٰ مثال اس واقعے سے ملتی ہے۔ کہ ایک دن آپ دولت خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ آپ کی صاحبزادی تشریف لائیں اور یہ مسئلہ پوچھا:

"میں نے آج روزہ رکھا ہے اتفاق سے میرے دانتوں

سے خون نکل آیا اور تھوک کے ساتھ مل کر میرے گلے سے نیچے اتر گیا۔ میرا روزہ باقی ہے یا جاتا رہا۔؟

امام صاحب نے فرمایا: بیٹی یہ مسئلہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو۔ مجھے حاکم وقت نے فتویٰ دینے سے منع کر دیا ہے۔ اس لیے میں اس کا جواب نہیں دے سکتا ممانعت کے زمانے میں کئی بار ایسے مواقع پیش آئے مگر امام صاحب نے زبان نہ ہلائی۔

کچھ دنوں بعد کوفے کے گورنر کو کچھ ایسے پیچیدہ مسائل درپیش ہوئے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ آخر سب کی رائے یہی ہوئی کہ ان مسائل کو سلجھانے کی اہلیت صرف امام ابو حنیفہؒ میں ہے۔ چنانچہ وہ مسائل آپ کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے ساتھ فتویٰ دینے کی اجازت بھی مل گئی۔ ایک بار خلیفہ منصور اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ کھٹ پٹ ہو گئی۔ بات آپس میں سلجھ نہ سکی تو طے پایا کہ کسی تیسرے آدمی کو منصف قرار دے دیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کرے دونوں اسے قبول کر لیں۔ خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہؒ کا نام لیا۔ منصور کی بیوی بھی اس پر رضامند ہو گئی۔ بات طے ہو گئی۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں طلبی کا فرمان بھیجا گیا۔ امام صاحب حسب الطلب تشریف لے آئے منصور کی بیوی بھی پردے کے پاس آ بیٹھی تاکہ امام صاحب جو کچھ کہیں اس کو وہ خود اپنے کانوں سے سن سکے

منصور نے حضرت امام صاحب سے سوال کیا، شرع شریف کی رو سے ایک آدمی کتنے نکاح کر سکتا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا۔ ایک مرد چار نکاح کر سکتا ہے۔"

اس پر منصور نے پردے کی طرف رخ کر کے اپنی بیوی سے کہا: سن رہی ہو۔۔۔۔ امام صاحب کیا فرما رہے ہیں۔"

منصور کی بیوی نے جواب دیا ہاں!

"ہاں سن رہی ہوں" اب امام صاحب منصور کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا:

مگر یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو عدل کر سکے ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا نامناسب ہے۔ اور خدا کا حکم بھی یہی ہے۔" منصور یہ سن کر خاموش ہو گیا اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد منصور کی بیوی کا ایک خادم پچاس توڑے درہموں کے اپنے ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ اس نے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری مالکہ نے یہ پچاس ہزار درہم بھیجے ہیں اور کہا ہے۔ کہ کنیز کی طرف سے نذر قبول فرمائیے۔

حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ یہ درہم تم واپس لے جاؤ۔ اپنی مالکہ کو دے دینا اور کہنا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں میری کوئی غرض نہیں تھی۔ میرا فرض یہی تھا کہ بغیر رو رعایت کے سچی بات کہہ دوں

☆

عید میلاد النبی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی ذات سراپا رحمت تھی

آپ ﷺ کی ساری زندگی

حسن سلوک

کی مثال تھی،

تحریر — ایم نصیر مغل

آج سے چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب کا عجیب نقشہ تھا۔ ہر طرف گمراہی اور کفر کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ مکۂ معظمہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت و پرستش کے لئے اللہ کا گھر تعمیر کیا تھا۔ بت پرستی کا مرکز بن گیا تھا۔ خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ مکے کے سرداران قریش ان بتوں کے پجاری تھے مکے کی فضا ایسی ہو چکی تھی کہ ان پتھروں کے بتوں کو کوئی بُرا بھلا نہ کہہ سکتا۔ قریش کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں رہتیں اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت ہی معبود ہیں۔ اور یہی ان کے حاجت روا ان کی پیشانیاں انہی کی چوکھٹ پر جھکتی تھیں ان کا یہ عقیدہ پختہ تھا کہ یہی بت ان کے نفع و نقصان کے مالک ہیں۔

یہ عہد جہل اور گمراہی کا تاریک ترین دور تھا۔ زندگی بڑی گھناؤنی اور مہیب تھی۔ اس دور میں اخلاقی قدریں انسانوں سے جدا ہو چکی تھی اور انسانیت و نیکی کے سارے چراغ گل ہو چکے تھے۔ لوگ محسوس چیز کو پوجتے اور غیر محسوس کے منکر۔ جہاں بندہ و خدا، عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے تصور کا یہ نقشہ ہو وہاں غیر محسوس خدا کا یقین دلانا بڑا ہی کٹھن کام تھا یہ کام بہرحال انجام کو پہنچنا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے ایک ایسی عظیم ترین شخصیت پیدا کی۔ جسے دنیا حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ کے نام گرامی سے جانتی ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے دربار سے خاتم النبیین کی خلعت عطا ہوئی۔ اور جن کے سر اقدس پر رسالت کا نورانی تاج رکھا گیا۔ اور روح اطہر کو اللہ نے اپنی تجلیات سے گرمایا جن کی ذات گرامی دنیا کے لئے رحمت بنی۔ اور جن کا مبارک وجود کمزوروں، مظلوموں، یتیموں اور بے سہاروں کے لئے سہارا بنا۔

حضور نبی اکرم ﷺ سراپا محبت اور سراپا پیار تھے گویا آپ ﷺ کی ذات گرامی پوری انسانیت کے لئے رحمت و محبت کا عظیم پیکر تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا۔ مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی نظر میں ہر انسان خواہ وہ دوست تھا یا دشمن، چھوٹا تھا۔ یا بڑا، غریب تھا یا امیر،

آزاد تھا یا غلام، قابلِ محبت و شفقت تھا جیسا کہ آپ نے ہر
شخص سے محبت کی ہر ایک سے پیار کیا۔ ہر شخص سے حسنِ سلوک
کے ساتھ پیش آئے۔ آپ کے کلام میں ایک حسن تھا جو اثر
بن کر دلوں کو مسحور کر لیتا۔ اور حقیقت محبت ایک ایسی رحمت
ہے۔ جو سحر انگیز بھی ہے اور اثر آفرین بھی۔ تاریخ کا ایک
ایک ورق اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ کہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کیوں کہ
آپ تو سراپا محبت و رحمت تھے۔ اور آپ کے قلبِ مبارک
میں محبت و رحمت کے سوا کوئی اور چیز نہ پل سکتی تھی۔

جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو قریشِ مکہ آپ کی جان
کے دشمن بن گئے۔ آپ انہیں حق و نجات کی طرف بلاتے تو
وہ آپ کو برا بھلا کہتے۔ آپ کے جسمِ مطہر پر نجاستیں پھینکتے
آپ پر پتھر برساتے، آپ کی راہوں میں کانٹے بچھاتے، آپ
کو قتل کی دھمکیاں دیتے۔ حتیٰ کہ آپ کو قتل کی سازشیں کیں اور
آپ کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ لیکن آپ نے کسی دشمن کو برا بھلا
نہیں کہا۔ وہ لوگ آپ کو جتنی زیادہ تکلیفیں دیتے، جتنا زیادہ
ستاتے، آپ کی محبت ان کے لئے اور زیادہ موجزن ہو گئی۔ آپ
نے مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کیا:

"اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو
تم نجات پاؤ گے۔"

تو ابوجہل لوگوں سے کہتا کہ دیکھو تم اس شخص کی باتوں میں
نہ آنا، یہ تمہیں اپنے مذہب سے منحرف کرنا چاہتا ہے۔ یہ تم
سے اپنے دیوتاؤں کی عبادت چھڑانا چاہتا ہے۔ وہ برا
بھلا کہتا لیکن آپ کبھی ابوجہل کی طرف پلٹ کر نہ دیکھتے آپ
کی انسانیت سے شفقت و محبت، حلم و بردباری اور عفو و
درگزر کی انتہا تھی۔ جب آپ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت
سے داخل ہوئے۔ اور ظالم و جاہل قریش کو اسیر بنا کر
آپ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے ان سب کو معاف
کر دیا اور فرمایا:

"آج کے دن تم پر کوئی ملامت
نہیں، تم سب آزاد ہو"

آپ کے اس حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر کفارِ
مکہ بے اختیار پکار اٹھے۔

"واقعی آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

تاریخ عالم رحمت کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ابو سفیان کی بیوی ہندہ
قبولِ اسلام سے قبل ایک وحشی کی طرح سفاک و سنگدل
عورت تھی۔ یہ وہی عورت ہے جس نے جنگِ احد میں حضرت
امیر حمزہ رضؓ کی شہادت کے بعد ان کا سینہ چاک کیا اور دل
و جگر نکال کر ان کا قیمہ کر دیا تھا۔

آنحضرتؐ اس عورت (ہندہ) کے اس فعل سے
بخوبی واقف تھے۔ لیکن فتحِ مکہ کے بعد جب اس ظالم عورت
کو آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اسے معاف کر دیا۔
اور وہ مسلمان ہو گئی۔

صفوان بن امیہ قریش کا ایک با اثر اور مقتدر
رئیس تھا۔ دوسرے دشمنوں کی طرح یہ بھی اسلام اور
حضورؐ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے آپ کو قتل کرنے
کا منصوبہ بنایا۔ اور اس منصوبے کی تکمیل کے لیے عمیر

بن وہب کو انعام واکرام کا لالچ دیا۔ لیکن عمیر بن وہب کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مکہ فتح ہوا تو بعض دوسرے مجرموں کی طرح صفوان بھی خوف کے مارے مکہ سے بھاگ کر جدہ چلا گیا۔

یہاں سے وہ سمندر کے راستے یمن جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ عمیر بن وہب نے جس نے خود پیغمبرِ اسلام کو قتل کرنے کا ذمہ اٹھایا تھا۔ آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور صفوان بن امیہ کے لیے امان کی درخواست کی۔ دربارِ رحمت سے جواب ملا کر صفوان کے لیے امان ہے۔ عمیر نے دوبارہ عرض کی کہ امان کی کوئی نشانی عنایت فرمائی جائے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنا عمامہ مبارک اسے مرحمت فرمایا۔ عمیر بن وہب عمامہ مبارک لے کر جدہ گیا اور صفوان کو تسلی دے کر بارگاہِ رسالتؐ میں لے آیا۔ صفوان بن امیہ آنحضرت کی رحمت، شفقت اور محبت دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ پھر کیا تھا دل میں اسلام کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اور صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو جہل حضور اکرمؐ اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے عکرمہ نے بھی اسلام اور رسولِ خدا کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی وہ

فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ مکہ سے یمن چلا گیا۔ اس کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی شوہر کی جدائی برداشت نہ کر سکی۔ وہ یمن گئی اور عکرمہ کو مسلمان کر کے لائی اور نبی اکرم کے حضور پیش کیا۔ تو آپ جذبات مسرت سے کھڑے ہو گئے۔ اور تیزی سے عکرمہ کا استقبال کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ اور اس وقت رحمت دو عالمؐ کی یہ کیفیت تھی کہ زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

"اے ہجرت کرنے والے سوار
تمہاری آمد مبارک ہو"

ایک حاکمِ وقت بدترین دشمن اور سفاک مجرم کا اس گرم جوشی سے استقبال کرے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف کر کے اپنے سینے سے لگائے لا ممکن ہے۔ یہ فقط سرورِ کونینؐ کا ہی کام تھا۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ آپ کے متعلق فرماتا ہے

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

اے پیغمبر آپ یقیناً بڑے بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ حضور نبی اکرمؐ حاملِ خلقِ عظیم اور سراپا رحمت عالمگیر تھے۔ اسی لیے آپ کے دل میں نفرت و عداوت کا فقدان تھا۔ ابو سفیان جو کفارِ مکہ کے سردار تھے۔ اور اسلام دشمنی میں سرگرم عمل رہتے تھے۔

اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑی گئیں ابو سفیان نے ان جنگوں میں ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ملتِ اسلامیہ کے لیے ابو سفیان نے ان جنگوں میں ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ملتِ اسلامیہ کے لیے ابو سفیان ایک خطرناک دشمن تھا۔ لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور ابو سفیان ایک خطرناک دشمن تھا لیکن

جب مکہ فتح ہو گیا اور ابو سفیان کو حضورؐ کے دربار میں پیش لیا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ اسے دیکھ کر غضبناک ہو گئے اور اسے قتل کرنے کو تھے کہ دریائے رحمت موجزن ہو گیا۔ آپؐ نے عمر فاروق کو روک دیا اور ابو سفیان

کو معاف کر کے مکہ میں اعلان کرا دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کے لیے امان ہے۔ اسلام اور اپنی جان کے دشمن کے ساتھ یہ حسن سلوک فقط رحمۃ للعالمین کا ہی تھا۔ آپ کی اس رحمت، محبت و شفقت کو دیکھ کر کفار کے بڑے بڑے سردار اور اسلام کے دشمن دیوانی جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

اسلام عالم گیر امن و سلامتی کا داعی ہے اور فقط امن و سلامتی سے ہی پھیلتا ہے۔ اسلام قوت سے نہیں بلکہ محبت سے پھیلتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ کا اصل راز محبت میں مضمر ہے۔

خود قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ دلوں کی تسخیر محبت و محبت سے ہوتی ہے۔ جبر و تشدد یا خوف و ظلم سے نہیں۔ درحقیقت محبت دلوں کی حکمران ہے۔

محبت و شفقت کی جو مثال حضور نبی کریم نے قائم کی تاریخ عالم ایسی مثال نہ تو پیش کر سکی ہے اور نہ ہی کر سکے گی۔ یہ فقط فخرِ دو عالم رحمۃ اللعالمین ہی کا حصہ تھی جو ہر کسی کے ساتھ محبت اور رحمت سے پیش آئے تھے۔ اور جن کی عملی زندگی کو مشعلِ راہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی عملی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

السلام اے نورِ یزداں السلام

السلام! اے نورِ یزداں السلام — السلام! اے تفسیرِ قرآں السلام
السلام اے پاسبانِ دین و ایماں السلام — السلام! اے شہسوارِ کربلا السلام
السلام! اے پاسبانِ صبر و رضا السلام — السلام! اے سید الشہدا السلام
السلام! اے سبطِ پیمبرؐ، السلام — السلام! اے عظمتِ خیر البشر السلام
تو ہی آقا، تو ہی مولا، تو زمانے کا امام — تو نے زندہ کر دیا اپنے نانا کا نام
السلام اے فاطمہ کے لختِ جگر السلام — السلام! اے شہنشاہ و عالی مقام
سر کٹایا، گھر لٹایا دینِ حق تابندہ کیا — موت کو اک ولولۂ تازہ تو نے دیا
تو نے معصوم اصغر کو قرباں کر دیا — تیرے قاسم نے جذبۂ ایثار پیدا کر دیا

السلام! اے عظمتِ قرآں السلام
السلام! اے نورِ یزداں السلام

تبرک ارشد حسین

خواجہ ارشاد علی بٹ

انجمن احیاءِ سنّت : مرکزی دفتر جامع مسجد ببراں والی کوٹ بدر دین قصور

برادرانِ اسلام ! اس زمانے میں کہ لوگ دین اسلام سے ناآشنا اور کتاب و سنّت سے ناواقف ہیں جہالت کا دور دورہ ہے۔ مذہب سے کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ مسائل فقہیہ سے جو دین کے لئے بمنزلہ بنیاد کے ہیں: بہت دور ہیں۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ "میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ میری سنّت مردہ ہو جائے گی۔ اس زمانے میں جو کوئی میری ایک سنّت کو زندہ کرے گا وہ سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔" ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس غفلت اور لاپرواہی سے نکالنے اور اسلام اور کتاب و سنّت سے مانوس کرنے کے لئے "**انجمن احیاءِ سُنّت**" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ انجمن ہٰذا نے چند مختصر چھوٹے پمفلٹ بعض مفید مسائل میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے ہیں۔ آئندہ بھی ہمارا یہی ارادہ ہے کہ قرآن و حدیث کے تراجم اور بعض ضروری دینی موضوعات پر کتابیں لکھ کر اللہ کی توفیق اور اس کی دستگیری کے ساتھ دینی خدمت کرتے رہیں گے۔ لیکن اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ آپ حضرات کا فی سبیل اللہ تعاون ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انجمن ہٰذا کی رکنیت قبول کی جائے۔ چندہ رکنیت مبلغ ۵/ روپے ماہوار ادا کرنا ہوگا اور بوقت شمولیت ابتدائً مبلغ ۲۵/ روپے مزید جمع کرنا ہوں گے۔

نوٹ: کتاب چھپنے کے بعد کم از کم ایک سو روپے تک اعانت کرنے والوں کی خدمت میں کتاب کا ایک نسخہ ہدیۃً مفت پیش کیا جائے گا۔

امید ہے یہ اشتہار پڑھنے کے بعد آپ دستِ تعاون بڑھائیں گے۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔ آمین!

آمدم برسرِ مطلب : اسی انجمن کے زیر اہتمام اشاعت کا ایک بہت بڑا کام مدنظر ہے۔ وہ یہ ہے کہ علامہ نووی شارح صحیح مسلم کی مبارک کتاب اربعین نوویہ کی جس میں انہوں نے مستند چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور اس کی شرح المجالس السنیہ جو دین کے تمام پہلوؤں میں تشنگانِ علوم دینیہ کی دستگیری کرتی ہے اس کمترین خلائق غلام غلام رسول گوہر نے بڑی محنت کے ساتھ اردو ترجمہ کیا ہے۔ اس پر کم و بیش دو سال کا عرصہ خرچ ہوا۔ غرض اس سے رضائے حق اور دین کی خدمت ہے۔ یہ ترجمہ ابھی کتابت کے مراحل سے گذر رہا ہے۔ اس کی ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحات ہوگی۔ نصف تک اس کی کتابت ہو گئی ہے اور اس پر قریباً دو ہزار روپیہ صرف دو دوستوں کے تعاون سے ہوا ہے۔ نصف کی کتابت باقی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کی چھپائی کا مرحلہ درپیش ہے۔ کتابت سے قبل کہا نہیں جا سکتا کہ اس پر کتنا خرچ آئیگا۔ مخیر ذی ثروت حضرات سے پرزور اپیل کیجاتی ہے کہ وہ فراخدلی سے اس کارِ خیر میں یعنی حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں — امداد فرمائیں ہر معاون کو اس کی رقم کی مطبوعہ رسید حاصل ہوگی۔

الداعی الی الخیر: کمترین خلائق : غلام رسول گوہر ، ایڈیٹر انوار الصوفیہ ، قصور

یارانِ طریقت!!

افسوس ہے پیر بھائیوں پر کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی جو اپنی تصنیف "یارانِ طریقت" ہے۔ اس کا اعلان کرنے کے باوجود اور قیمت کم ہونے کے باوجود پیر بھائی اس کو نہیں خریدتے اور جو کتابیں مولویوں کی تصنیف کردہ ہیں اور قیمت بھی بہت زیادہ ہے، عام پیر بھائی اس کو خریدتے ہیں اور پیر صاحبان بھی ان کتابوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں یعنی عرسوں میں اور جلسوں میں اعلان کرتے ہیں۔ "فتاوٰی جماعتیہ" خریدو! لیکن کسی پیر نے "یارانِ طریقت" کا اعلان نہیں کیا کہ یہ مبارک کتاب "فتاوٰی جماعتیہ" سے ہزار درجہ اعلیٰ و افضل ہے اور عام فہم ہے اور اخلاق کا درس دینے اور نفس کا تزکیہ کرنے والی ہے اس کو خریدو۔ سب پیر خاموش ہیں اور پیر بھائی اس کتاب سے بے رخی اور بے اعتنائی کر رہے ہیں۔ اس وقت میرے پاس "یارانِ طریقت" کے قریباً تین سو نسخے ہیں اگر یہ فروخت ہو جائیں تو پندرہ سو کی رقم حاصل ہو سکتی ہے اور اس کو بھی رسالہ پر لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم کی تین کتابیں ہیں —— فردوسِ شیخ۔ یارانِ طریقت۔ ملفوظاتِ امیر ملت۔ ان کے سوا جو کتابیں ہیں اگرچہ آپ کے تذکرہ یا آپ کی سیرت میں ہیں مگر آپ کی تصنیف نہیں "فتاوٰی جماعتیہ" مولانا غلام رسول مدرس مدرسہ نقشبندیہ کی تصنیف ہے۔ جماعتیہ کی نسبت برکت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ آپ کا اس میں ایک فتوٰی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے حضرت قبلہ عالم کی تصنیفات کے پڑھنے کی۔